ماہنامہ

نعت

لاہور

ہُوا یہ کہ...

(دن اور رات کے فرق سے مسجدِ نبوی ﷺ اور شہرِ تمنا کا ایک منظر)
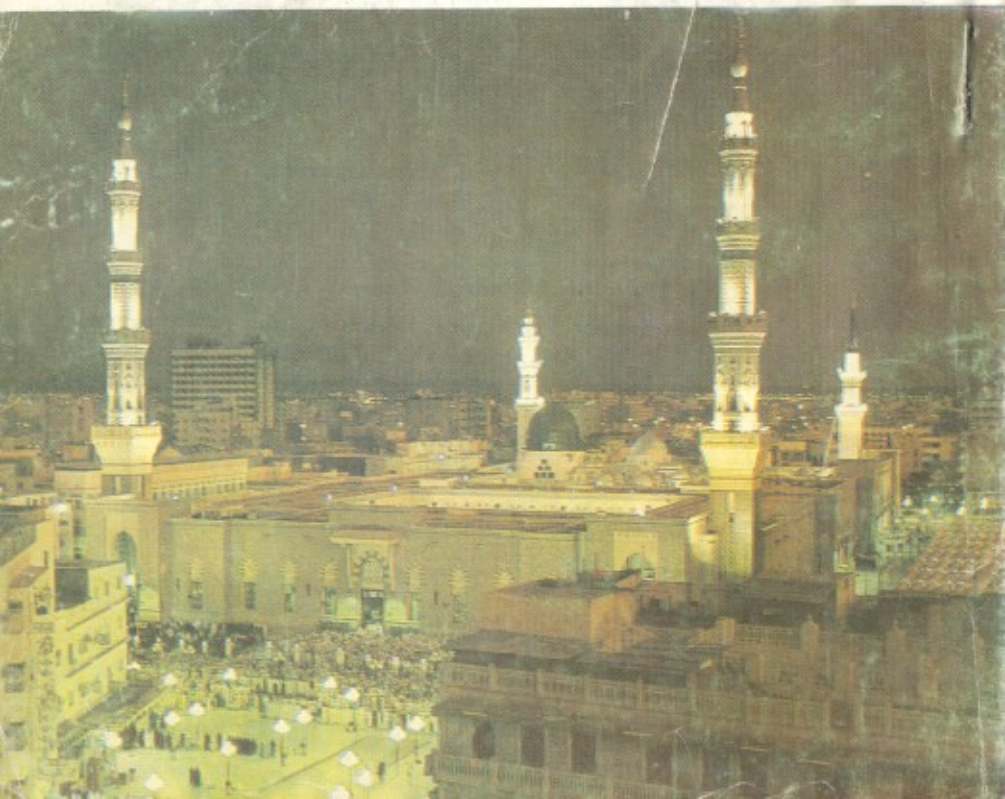
ماہنامہ نعت لاہور

جلد ۱۰ مارچ ۱۹۹۷ شمارہ ۳

ہُوا یہ کہ...

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

مشیرِ خصوصی: چوھدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

ڈپٹی ایڈیٹر: شہناز کوثر، اظہر محمود

مینجر: اختر محمود

قیمت ۱۵ روپے (عام [illegible])
۶۰ روپے (اس [illegible])
۲۰۰ روپے (زرِ سالانہ)
عرب ممالک کے لیے: ۱۰۰ ریال

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر، جیم پرنٹرز۔ لاہور

پبلشر: راجا رشید محمود

کمپیوٹر کمپوزنگ: نعت کمپوزنگ سنٹر

خطاط: منظر رقم

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید۔ بک بائنڈنگ ہاؤس ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل۔ مسجد سٹریٹ نمبر ۵۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ

فون ۷۴۶۳۶۸۴ لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰

ماہنامہ نعت لاہور

جلد ۱۰ مارچ ۱۹۹۷ شمارہ ۳

ہُوا یہ کہ...

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

مشیرِ خصوصی: چوھدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

ڈپٹی ایڈیٹر: شہناز کوثر
اظہر محمود

مینجر: اختر محمود

قیمت ۱۵ روپے (عام [illegible])
۶۰ روپے (اشا[illegible])
۲۰۰ روپے (زرِ سالانہ)
عرب ممالک کے لیے: ۱۰۰ ریال

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر، جمیم پرنٹرز۔ لاہور
پبلشر: راجا رشید محمود

کمپیوٹر کمپوزنگ: نعت کمپوزنگ سنٹر
خطاط: منظر رقم

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید، بک بائنڈنگ ہاؤس، ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل۔ مسجد سٹریٹ نمبر ۵۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ

فون ۷۴۶۳۶۸۴ لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰

شعار جس کا ثنائے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو
اس آدمی کی محبت خدا نصیب کرے

نعت سے محبت کرنے والی محترم بہن

زینت خاتون مرحومہ و مغفورہ

کے ایصالِ ثواب کے لیے

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ
مرحومہ کی بلندیٔ درجات کیلئے دعا کریں

ملک خان محمد

باٹا پور کالونی نمبر ۳
باٹا پور۔ لاہور۔

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ہوا یہ کہ

ایک صحابیؓ اپنے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اُنھوں نے کچھ شہد حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

حضور ﷺ نے ہنستے ہوئے اُن کا تحفہ قبول فرمالیا۔

وہ پہلے بھی اپنے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں کوئی نہ کوئی تحفہ پیش کرتے رہتے تھے۔

وہ بہت غریب تھے۔

حضورﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے تحفے اُدھار لاتے تھے۔

جب ادھار دینے والا قیمت مانگنے آتا،

تو اسے حضورﷺ کی خدمت میں لے آتے۔

عرض کرتے:

یا رسُولَ اللہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیکَ وَسَلَّم)! اِسے فلاں چیز کی قیمت عطا فرما دیجیے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شعار جس کا ثنائے رسولِ اکرم ہو
اس آدمی کی محبت خدا نصیب کرے

نعت سے محبت کرنے والی محترم بہن

زینت خاتون مرحومہ ومغفورہ

کے ایصالِ ثواب کے لیے

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ
مرحومہ کی بلندیٔ درجات کیلئے دعا کریں

ملک خان محمد

بابا پورہ کالونی نمبر ۳
بابا پورہ۔ لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہوا یہ کہ

ایک صحابیؓ اپنے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اُنھوں نے کچھ شہد حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

حضور ﷺ نے ہنستے ہوئے اُن کا تحفہ قبول فرمالیا۔

وہ پہلے بھی اپنے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں کوئی نہ کوئی تُحفہ پیش کرتے رہتے تھے۔

وہ بہت غریب تھے۔

حضورُ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے تحفے اُدھار لاتے تھے۔

جب ادھار دینے والا قیمت مانگنے آتا'

تو اسے حضورُ ﷺ کی خدمت میں لے آتے۔

عرض کرتے:

یا رسُولَ اللہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیکَ وَسَلَّمَ)! اِسے فلاں چیز کی قیمت عطا فرما دیجیے۔

ہر بار اِسی طرح ہوتا تھا۔

وہ حضور ﷺ کے لیے تحفہ لانا نہیں بھولتے تھے۔

حضور ﷺ تحفہ ضرور قبول فرماتے۔

جب قیمت مانگنے والا آتا تو حضور ﷺ قیمت ادا فرمادیتے تھے۔

حضور ﷺ نے ایک بار اُن کے بارے میں فرمایا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے ہیں،

اِس لیے کوئی انھیں بُرا نہ کہے۔

☆

ہُوا یہ کہ

اُحد کی جنگ شروع ہوئی۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے دو بُزرگ صحابہ یمانؓ اور ثابتؓ کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ ٹھہرایا۔

یہ دونوں بہت بوڑھے تھے اور لڑائی میں شامل ہونے کے قابل نہ تھے۔

جنگ شروع ہوئی تو ایک نے دوسرے سے کہا:

"ہم اِتنے بُوڑھے ہیں کہ مرنے کے قریب ہیں،

ہمیں اپنی جانوں کی حفاظت کی کیوں پڑی ہے،

کیوں نہ ہم جنگ میں شریک ہو جائیں،

شاید اپنے پیارے رسول ﷺ کے قریب رہ کر کافروں سے لڑتے لڑتے شہید ہو جائیں،

شاید ہم ایک آدھ کافر کو مار ہی لیں۔

اس طرح ہماری زندگیاں اسلام کے کام آئیں گی"۔

دوسرے نے ہاں کہہ دی۔

اور دونوں لڑائی میں کُود پڑے۔

ثابتؓ تو کسی کافر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

مگر یمانؓ مسلمانوں ہی کے ہاتھ آ گئے۔

وہ مسلمان اُنھیں پہچانتے نہیں تھے۔

یمانؓ کے بیٹے حُذَیفہؓ نے دیکھ لیا۔

اور شور مچایا کہ یہ میرے والد ہیں۔

لیکن اتنے میں یمانؓ قتل ہو چکے تھے۔

ایسا غلط فہمی کی وجہ سے ہُوا۔

اور حضرت حُذَیفہؓ نے اُن مسلمانوں کو معاف کر دیا جن کے ہاتھوں یمانؓ قتل ہوئے تھے۔

حضور ﷺ نے حذیفہؓ کو بہت سا مال دیا۔

مگر انھوں نے وہ سارا مال غریب مسلمانوں میں بانٹ دیا۔

☆

ہُوا یہ کہ

حضور ﷺ نے ایک یہُودی سے اُونٹ خریدا۔

اُسی وقت اس اونٹ کی قیمت ادا کر دی۔

بعد میں اُس یہودی نے کہا کہ ابھی اونٹ کی قیمت ادا کرنا باقی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ بھلے آدمی! قیمت تو تم نے اُسی وقت مُجھ سے لے لی تھی۔

حضرت خزیمہؓ پاس کھڑے تھے،

اُنھوں نے گواہی دی کہ حضور ﷺ اونٹ کی قیمت ادا فرما چکے ہیں۔

حضور ﷺ نے اُن سے پوچھا:

خزیمہؓ: جب میں نے اُونٹ خریدا تھا اور قیمت ادا کی تھی، اُس وقت تم موجود نہیں تھے۔

پھر تم نے گواہی کیسے دی ہے؟

انھوں نے عرض کی:

یا رسُولَ اللہ (صلّی اللہ علیک وسلّم)!

آپ نے مجھے اللہ تعالیٰ کے متعلّق بتایا، مَیں نے مان لیا۔

آپ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے، مجھے اس میں شک نہیں ہے۔

آپ نے آج تک ہمیشہ سچ بولا، اِس کو ساری دنیا جانتی ہے۔

پھر جب آپ فرماتے ہیں کہ آپ نے رقم دے دی ہے تو اس میں مجھے کیا شک ہو سکتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

خزیمہؓ کی گواہی دو مَردوں کے برابر ہے۔

ایک بار خزیمہؓ نے خِواب دیکھا:

حضور ﷺ لیٹے ہوئے ہیں

اور خزیمہؓ آپ ﷺ کی پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں۔

انھوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خِواب سنایا۔

حضور ﷺ اُن کے سامنے لیٹ گئے۔

اور فرمایا:

اپنا خِواب سچا کر لو۔

حضرت خزیمہؓ نے حضور ﷺ کی پیشانی پر سجدہ کر لیا۔

ہُوا یہ کہ

ہمارے پیارے رسول ﷺ ایک سفر سے واپس آ رہے تھے۔

راستے میں ایک جگہ ٹھہرے۔

قریب سے تین چار کافر گزرے۔

انھیں پتا نہیں تھا کہ قریب ہی حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ ٹھہرے ہوئے ہیں۔

وہ کافر اذان کی نقل کر رہے تھے

اور مسلمانوں کا مذاق اُڑا رہے تھے۔

حضور ﷺ نے انھیں پکڑوا لیا اور ان سے پوچھا:

تم میں سے ایک شخص کی آواز بہت اچھی تھی، وہ کون ہے؟

ایک صاحب کی طرف اشارہ کیا گیا۔

حضور ﷺ نے اُسے روک لیا،

دوسروں کو جانے دیا۔

آپ ﷺ نے اسے کہا' اذان پڑھو۔

اُس نے کہا' مجھے نہیں آتی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ ساتھ پڑھو۔

وہ پڑھتا رہا۔

جب اذان ختم ہوئی' وہ مسلمان ہو گیا۔

حضور ﷺ نے اُس کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا' اُسے دعا دی۔

یہ ابُو محذُورہؓ تھے۔

بعد میں حضور ﷺ نے کعبہ شریف میں اذان دینے کی خدمت ان کے سپرد کی۔

لوگوں نے دیکھا کہ انھوں نے سامنے کے بالوں کی ایک لٹ چھوڑ رکھی ہے۔

ان بالوں کو کٹواتے نہ تھے۔

کسی نے وجہ پوچھی تو کہا:

جب حضور ﷺ نے میرا اسلام قبول فرمایا تھا' تو میرے ماتھے پر اپنا مبارک ہاتھ رکھ کر مجھے دعا دی تھی۔

یہ بال وہ ہیں جن پر حضور ﷺ کا مبارک ہاتھ لگا تھا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں یہ بال کٹوا دوں۔

ہُوا یہ کہ

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے ایک قبیلے کو اسلام کی دعوت دی۔

آپ ﷺ نے قبیلے والوں کو ایک خط لکھا۔

حضور ﷺ چاہتے تھے کہ سب لوگ ایک خدا کو ماننے لگیں'

اسلام کے سائے میں آرام سے زندگی گزاریں'

ایک دُوسرے کے کام آئیں'

اور لڑائی جھگڑا ختم کر دیں۔

اس مقصد کے لیے حضور ﷺ نے مختلف قبیلوں کو بھی خط لکھے اور کئی بادشاہوں کو بھی۔

ایران کے بادشاہ کو جب حضور ﷺ کا خط ملا

تو اس بدبخت نے وہ خط پھاڑ دیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بہت جلد اس کی بادشاہی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی جس طرح اس نے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا۔

حضور ﷺ نے آس پاس کے کئی قبیلوں کو بھی خط لکھے تھے۔

اُن خطوط میں انھیں اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔

ایک قبیلے والوں کو خط ملا تو انھوں نے اس کی توہین کی۔

خط چمڑے پر لکھا ہوا تھا۔

اس قبیلے والوں نے اس مبارک خط کو چمڑے کے ایک ڈول کے ساتھ سی دیا۔

وہ اِس ڈول سے پانی نکال کر پیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کا کرنا کیا ہوا کہ جس قبیلے نے یہ حرکت کی تھی، اس کے سارے لوگ پاگل ہو گئے۔

پھر، اُن کا جو بچہ پیدا ہوتا، اس کا دماغ بھی درست نہ ہوتا۔

جب تک اس قبیلے کا ایک ایک آدمی ختم نہیں ہو گیا،

اُن کا یہی حال رہا۔

اُن کا یہ حال اللہ تعالیٰ نے اس لیے کیا کہ انھوں نے حضور ﷺ کے خط کی توہین کی تھی۔

☆

ہُوا یہ کہ

عُمرؓ کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے۔

وہ ہمارے پیارے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے۔

عمر مکّہ کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔

اُنھیں پتا چلا تو غصّے میں آ گئے۔

بہن کے گھر پہنچے۔

تو وہ قرآن شریف کی کچھ آیتیں پڑھ رہی تھیں۔

عمر نے بہن اور بہنوئی کو مارا پیٹا۔

بہن اور بہنوئی نے عُمرؓ سے کہا:

تم نے کبھی محمد ﷺ کو جھوٹ بولتے سُنا ہے؟

کیا تم نہیں جانتے کہ لوگ ان کے پاس امانتیں رکھواتے ہیں؟

تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی شخص نے محمد ﷺ کو کوئی بُرا کام کرتے دیکھا ہو؟

کیا محمد ﷺ لوگوں کو پہلے بھی اچھی اچھی باتیں نہیں بتاتے تھے؟

عُمَر نے کہا:

یہ سب کچھ تو سچ ہے۔

انھوں نے عُمَر سے پوچھا کہ ساری عُمَر سچ بولنے والا اب جھوٹ کیوں بولے گا۔

تم سب لوگ انھیں سچّا مانتے رہے ہو۔

کیا یہ ہمارا جرُم ہے کہ ہم اب بھی انھیں سچّا سمجھتے ہیں؟

عُمَر بہت غصے میں تھے۔

اُنھیں دُکھ تھا کہ اُن کی بہن اور اس کے خاوند نے اپنے ماں باپ کا دین کیوں چھوڑ دیا ہے۔

انھوں نے بتوں کو پُوجنے کے بجائے ایک خدا کو کیوں ماننا شروع کر دیا ہے۔

عمر نے یہی سوال اُن دونوں سے کیے۔

وہ دونوں ذرا پریشان نہ ہوئے بلکہ عُمَر سے اسلام کی اچّھائیاں بیان کیں۔

عمر ذرا نرم ہوئے تو بہن نے خدا کا کلام انھیں سنایا۔

قرآن سنتے ہی عمر کے دل پر اثر ہوا۔

وہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے پوچھا:

عمر! کیسے آئے؟

کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے۔

حضور ﷺ فرمایا:

عمرؓ! اللہ تمھیں سیدھی راہ پر لے آیا۔

☆

ہُوا یہ کہ

بدر کے مقام پر کافروں کے ساتھ لڑائی کی تیاری ہو رہی تھی، صفیں باندھی جا رہی تھیں۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ جنگ کے لیے ہونے والے سارے انتظام دیکھ رہے تھے۔

ایک صحابیؓ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک لڑکا اِدھر اُدھر چھپتا پھر رہا ہے۔

حضور ﷺ نے اسے بلایا۔

وہ ڈرتا ڈرتا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟

اس لڑکے کا نام عمیرؓ تھا۔

اس کی عمر سولہ سال تھی۔

اس نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم!) میں جنگ میں شریک ہو کر کافروں سے لڑنا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا:

میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑتا لڑتا شہید ہو جاؤں۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

بیٹے! تم ابھی چھوٹے ہو۔

بڑے ہو کر اللہ کے دشمنوں سے لڑنا۔

ابھی تم گھر لوٹ جاؤ۔

عمیرؓ رونے لگا۔ اس نے عرض کیا:

میں واپس گھر نہیں جانا چاہتا۔ آپ مجھے لڑائی میں شریک ہونے کی اجازت دے دیں۔

جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔

کافر بہت زیادہ تھے،

وہ ایک ہزار کے قریب تھے۔

لڑنے والے مسلمان تین سو سے کچھ ہی زیادہ تھے۔

پھر بھی حضور ﷺ چاہتے تھے کہ یہ لڑکا لڑائی میں حصہ نہ لے۔

مگر پھر اس کا شوق دیکھ کر آپ ﷺ نے اسے اجازت دے دی۔

حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اسے تلوار عطا فرمائی۔

حضرت عمیرؓ جنگ میں بڑی بہادری سے لڑے،

اور انھوں نے بہت سے کافروں کو مار ڈالا۔

اور پھر

اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش بھی پوری کر دی

وہ اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے ایک کافر کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

رضی اللہ عنہ۔

☆

ہُوا یہ کہ

کچھ کافروں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔

وہ مدینہ شریف کے رہنے والے نہیں تھے۔

وہ کچھ دن مدینہ شریف میں رہے۔

پھر عرض کی کہ ان کے قبیلے میں اسلام کی بات پھیلانے کے لیے کچھ صحابہؓ ان کے ساتھ بھیجے جائیں۔

دس صحابہؓ ان کے ساتھ گئے۔

کافروں نے ایک جگہ پہنچ کر ان پر حملہ کر دیا۔

سات صحابہؓ شہید ہو گئے۔

تین کو گرفتار کر لیا گیا۔

گرفتار ہونے والوں میں حضرت خُبیبؓ بھی تھے

جب کافر انھیں شہید کرنے لگے تو ایک نے کہا:

تمھاری تو اب یہ خواہش ہو گی کہ کسی طرح تم اس مصیبت سے بچ کر

اپنے بچوں میں پہنچ جاؤ

اور تمھاری جگہ محمد ﷺ قتل کر دیے جائیں۔

حضرت خبیبؓ نے جواب دیا:

بدبختو! مجھے یہ تو پسند ہے کہ تم مجھے تکلیفیں پہنچا پہنچا کر مار ڈالو۔

میرے جسم کی بوٹی بوٹی الگ کر دو۔

لیکن میں برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے پیارے رسول ﷺ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔

کافروں کو یہ سن کر اور غصہ آیا۔

انھوں نے حضرت خبیبؓ کو بڑی تکلیف پہنچا کر شہید کیا۔

کافروں نے ایک اور قیدی حضرت عاصمؓ کو بھی شہید کر دیا۔

لیکن جب ان کا سر کاٹنے لگے

تو شہد کی مکھیاں ان کی لاش کی حفاظت کرنے لگیں۔

پھر بہت تیز بارش ہونے لگی

اور عاصمؓ کی لاش کو بہا لے گئی۔

حضرت عاصمؓ نے شہادت سے پہلے دعا کی تھی کہ کافر ان کی لاش کو ہاتھ نہ لگا سکیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

ہُوا یہ کہ

بدر کے مقام پر اسلام اور کفر کی پہلی جنگ ہو رہی تھی۔

رمضان کا مہینا تھا۔

مسلمان تعداد میں بہت کم تھے، کافر بہت زیادہ تھے۔

کافروں کے پاس لڑائی کا سامان بھی بہت تھا۔

مسلمانوں کے پاس یہ سامان بھی بہت کم تھا۔

مگر ان کے پیارے رسول ﷺ ان کے پاس تھے۔

مسلمان انھی کے حکم پر لڑ رہے تھے۔

لڑائی جاری تھی کہ صحابہؓ نے دو نوجوانوں کو دیکھا۔

وہ مسلمان نوجوان لڑائی میں شریک نہیں تھے۔

وہ کچھ پوچھتے پھر رہے تھے۔

پتا چلا، وہ کافروں کے سردار ابوجہل کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔

ایک صحابیؓ نے انھیں اشارے سے بتایا: "وہ رہا ابوجہل"۔

ان دونوں نے یہ سُنا تو تلواریں سیدھی کر کے دوڑے۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ ابو جہل تک پہنچ گئے۔

ابو جہل سنبھل ہی نہ سکا۔

ان دونوں نوجوانوں نے اسے قتل کر دیا۔

جب انھوں نے ابو جہل کو مار گرایا تو پھر لڑائی میں شامل ہوئے۔

اس کارنامے کے بعد انھوں نے جنگ میں پُوری طرح حصّہ لیا۔

ان میں سے ایک جن کا نام معوذؓ تھا، شہید ہو گئے۔

معاذؓ زخمی ہو گئے تھے۔

ان کے بازو پر کسی کافر کی تلوار لگی۔

صرف کھال رہ گئی۔

اور بازو لٹکنے لگا۔

وہ اِسی طرح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضور ﷺ نے اپنا مبارک تھُوک لگا کر بازو جوڑ دیا۔

حضرت معاذؓ حضرت عثمانؓ کے زمانے تک زندہ رہے۔

☆

ہُوا یہ کہ

اُحد کی جنگ شروع ہوئی۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے اپنی تلوار نکالی

اور فرمایا:

کوئی ہے جو اس تلوار کو لینا چاہے۔

سب نے اُسے لینے کی خواہش ظاہر کی۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

یہ تلوار اسے دی جائے گی جو اِس کا حق ادا کر سکے۔

ایک صحابی نے وعدہ کیا کہ وہ اس کا حق ادا کریں گے۔

حضور ﷺ نے تلوار انھیں عطا فرمادی۔

اور فرمایا:

اِس تلوار کا حق یہ ہے کہ کفّار کے چہروں پر لگ لگ کر ٹیڑھی ہو جائے۔

صحابہؓ کی فوج میں بڑے بڑے دلیر لوگ موجود تھے۔

ان میں سے ایک صحابیؓ نے سوچا:

دیکھنا چاہیے کہ جنھیں تلوار عطا ہوئی ہے، وہ اس کا حق کیسے ادا کرتے ہیں۔

جنگ میں لڑتے لڑتے، وہ کبھی کبھی یہ بھی دیکھتے رہے کہ اس تلوار کا حق کیسے ادا ہو رہا ہے۔

بعد میں انھوں نے بتایا کہ یہ تلوار بہت جرات اور دلیری سے استعمال کی گئی ہے۔

یہ تلوار کافروں کے چہروں اور سروں پر لگتے لگتے ٹیڑھی ہو گئی تھی۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اس تلوار کا حق ادا کر دیا جو حضور ﷺ نے خاص طور پر انھیں عطا فرمائی تھی۔

حضور ﷺ کی تلوار خاص تھی۔

وہ صحابیؓ بھی خاص تھے جنھیں یہ دی گئی۔

اور انھوں نے اس تلوار کا حق ادا کر دیا۔

☆

ہُوا یہ کہ

حضرت زاہرؓ مدینہ منورہ میں آئے ہوئے تھے۔

یہ کبھی کبھی اپنے گاؤں سے مدینہ منورہ آتے تھے۔

اور حضور ﷺ کے لیے جنگل کے تحفے لاتے تھے۔

حضور ﷺ یہ تحفے قبول فرما لیتے۔

جب زاہرؓ واپس جانے لگتے، تو ہمارے پیارے رسول ﷺ انھیں بھی تحفے عطا فرماتے تھے۔

حضرت زاہرؓ خوبصورت آدمی نہیں تھے

مگر حضور ﷺ ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔

ایک بار یہ مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے

اور بازار میں اپنا لایا ہوا مال بیچ رہے تھے۔

اتنے میں حضور ﷺ وہاں سے گزرے۔

آپ ﷺ نے انھیں دیکھا

تو پیچھے سے انھیں لپٹا لیا۔

اُن کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

وہ پہلے تو پریشان ہوئے

لیکن جب ہاتھوں کو ٹٹولا

تو سمجھ گئے کہ ہمارے آقا ﷺ ہیں۔

یہ جانتے ہی وہ خودِ محبت کے ساتھ، حضور ﷺ سے لپٹ گئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

زاہرؓ میرے غلام ہیں، کوئی ہے جو انھیں خرید لے۔

زاہرؓ بہت خوش ہوئے۔

کہنے لگے، مجھے آپ نے اپنا غلام فرمادیا، میرے لیے اس سے بڑی خوشی نہیں ہو سکتی۔

مگر میری تو کوئی قیمت ہی نہیں ہے۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

تم نہیں جانتے، اللہ چہروں کو نہیں دیکھتا۔

اللہ شہری اور دیہاتی کو نہیں دیکھتا۔

وہ تو دلوں میں موجود محبت کو دیکھتا ہے۔

اُس کے نزدیک تم بہت زیادہ قیمتی ہو۔

ہُوا یہ کہ

ایک قبیلے والوں نے ہمارے پیارے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ وہ قرآن سیکھنا چاہتے ہیں،

اس لیے کچھ صحابہؓ ان کے پاس بھیجے جائیں۔

تاکہ وہ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر سکیں۔

حضور ﷺ نے ۷۰ صحابہؓ اُن کے ساتھ کر دیئے۔

کچھ لوگوں نے غدّاری کی اور ان میں ۶۸ صحابہؓ کو شہید کر دیا۔

شہید ہونے والوں میں عامرؓ بھی تھے۔

یہ وہی صحابی تھے جو مکہ سے مدینہ شریف کو ہجرت کرتے وقت حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔

حضور ﷺ تین دن ثَور نام کی غار میں رہے تو حضرت عامرؓ بکریاں چَراتے چَراتے غار کے پاس آجاتے

اور حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو دودھ پلا آتے تھے۔

پھر یہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ہی مدینہ شریف پہنچے۔

یہ ایسے صحابیؓ ہیں جن کی لاش زمین سے آسمان کی طرف جاتی ہوئی بہت سے لوگوں نے دیکھی۔

پھر یہ لاش واپس زمین پر آ گئی۔

جس شخص نے حضرت عامرؓ کو شہید کیا تھا' وہ بعد میں مسلمان ہو گیا۔

کسی نے اُن سے مسلمان ہونے کی وجہ پوچھی تو کہا:

میں عامرؓ کی وجہ سے اسلام لایا ہوں۔

پوچھا' کیسے؟

کہنے لگے۔ جب میں نے عامرؓ کو شہید کیا تو چیخنے چلانے اور "ہائے وائے" کرنے کے بجائے اُن سے منہ سے نکلا:

"مجھے اپنی مراد مل گئی"۔

"میں نے جو چاہا تھا' پالیا"۔

اللہ کی راہ میں جان دینے والے خوشی خوشی جان دیتے ہیں۔

شہادت اَن کے لیے خوشی کا سبب ہوتی ہے۔

اور اللہ کہتا ہے' شہیدوں کو مردہ نہ کہنا' وہ زندہ ہیں۔

تم ان کی زندگی کو سمجھ سکو یا نہ سمجھ سکو'

وہ زندہ ہیں۔

ہُوا یہ کہ

احد کی لڑائی ہو رہی تھی

کافر مکہ سے پوری تیاری کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے مدینہ پہنچے تھے۔

مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان ساڑھے چار سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔

احد پہاڑ کے قریب دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں۔

لڑائی ہوئی

مسلمانوں نے کافروں کو مار بھگایا۔

لیکن کافروں نے' بعد میں ایک طرف سے حملہ کر دیا۔

ایک دم حملہ ہونے سے مسلمان پریشان ہوئے اور بھاگ اٹھے۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ میدان میں ڈٹے رہے۔

اس وقت چند ایسے صحابیؓ تھے جو حضور ﷺ کے گرد گھیرا ڈالے کافروں

سے لڑ رہے تھے۔

ان میں سے ایک صحابی حضرت قتادہؓ تھے۔

جدھر سے کافروں کے تیر آتے، حضرت قتادہؓ اس طرف حضور ﷺ کے سامنے آجاتے۔

اس طرح انھیں بہت سے تیر لگے۔

وہ بہت زخمی ہوگئے۔

پھر ایک تیر اُن کی آنکھ میں آلگا۔

اور ان کی آنکھ باہر آگئی۔

وہ آنکھ کو ہاتھ میں لیے ہُوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضِر ہوئے۔

حضور ﷺ نے ان کی آنکھ کو واپس رکھ دیا اور دعا فرمائی:

یا اللہ! قتادہؓ نے تیرے نبی (ﷺ) کی حفاظت کی ہے، تو اس کی آنکھ کو پہلے سے بہتر کردے۔

حضرت قتادہؓ کی آنکھ اُسی وقت ٹھیک ہوگئی۔

ان کی یہ آنکھ دوسری سے زیادہ اچّھی ہوگئی۔

اور زندگی بھر ایسا ہی رہا۔

☆

ہُوا یہ کہ

حضور اکرم ﷺ ایک جنگ سے واپسی پر صفراء کے مقام سے گزرے۔

حضور ﷺ کے صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہاں سے بہت خُوشبو آرہی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: خوشبو کیوں نہ ہو۔ یہاں حضرت عبیدہ (رضی اللہ عنہ) کی قبر ہے۔

حضرت عبیدہؓ حضور ﷺ کے چچا حارِث کے بیٹے تھے۔

یہ بدر کی لڑائی میں زخمی ہوگئے تھے۔

بدر کی جنگ مسلمانوں اور کافروں کی پہلی جنگ تھی۔

بدر میں کافر ایک ہزار سے زیادہ تھے۔

مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے۔

جنگ میں خود حضور ﷺ شریک تھے۔

حضور ﷺ نے اِسی جنگ میں کنکریوں کی مُٹھی کافروں کی طرف پھینکی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں فرمایا، کہ یہ مٹھی تو اللہ نے خود پھینکی تھی۔

اِس جنگ میں کافروں کو شکست ہوئی۔

اُن کے بہت سے آدمی مارے گئے۔

بہت سے کافر گرفتار ہوئے۔

بدر کی لڑائی میں چند صحابہؓ بھی شہید ہوئے۔

کچھ صحابہؓ زخمی بھی ہوئے۔

ان زخمیوں میں حضرت عبیدہؓ بھی تھے۔

اُن کا پاؤں کٹ گیا تھا۔

جنگ سے واپسی پر صفراء کے مقام پر یہ فوت ہو گئے۔

اور حضور ﷺ نے انھیں یہیں دفن کر دیا۔

پھر

وہاں سے گزرتے ہوئے صحابہؓ کو خوشبو آئی۔

اس خوشبو کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عبیدہؓ کی وجہ سے ہے۔

☆

ہُوا یہ کہ

عبدالحمید کے بیٹے کا نام "مُحمّد" تھا

اُس سے کوئی غلطی ہو گئی۔

لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص اُسے بُرا بھلا کہہ رہا ہے۔

حضرت عمرؓ نے یہ دیکھا تو عبدالحمید کے بیٹے کو بلایا۔

حضرت عمرؓ نے اس سے کہا، تیرا نام "محمد" ہے۔

تجھ سے غلطی ہوئی ہے

لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ جس کا نام "محمد" ہو، اُسے لوگ بُرا بھلا کہیں۔

حضرت عمرؓ نے اُس کا نام بدل دیا،

اس کا نام عبدالرّحمان رکھ دیا گیا۔

حضرت عمرؓ حضور ﷺ کے دوسرے خلیفہ تھے۔

اُنھوں نے اس خاندان کے ایسے سب لوگوں کو اکٹھا کیا جن کا نام "محمد" تھا

اور اُن کے نام تبدیل کرنے لگے۔

طلحہ کے بیٹے "محمد" بولے:

میرا نام تو حضور ﷺ نے خود "محمد" رکھا تھا۔

حضرت عمرؓ بولے:

"باقی سب لوگوں کے نام بدل دیئے جائیں۔

مگر طلحہ کے بیٹے کا نام خود حضورِ اکرم ﷺ نے رکھّا تھا،

اِس لیے اسے بدلنے کا اختیار کسی کے پاس نہیں ہے"۔

طلحہ کے یہ بیٹے ہماری ماں حضرت زینب بنتِ جحش (رضی اللہ عنہا) کے بھانجے تھے۔

ان کی ماں کا نام حمنہ تھا۔

☆

ہُوا یہ کہ

عُمیر نام کے ایک کافر بیٹا بدر کی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آگیا۔

بیٹے کے قید ہونے کی خبر باپ کو مکّہ میں ملی تو اس نے ایک اور کافر سردار سے کہا:

صفوان! تم میرے گھر والوں کی دیکھ بھال اپنے ذِمّے لے لو تو میں مسلمانوں کے نبی ﷺ کو قتل کر دوں گا۔

عُمیر نے کہا: محمد ﷺ نے اپنی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا۔

وہ بازاروں میں اکیلے پھرتے ہیں۔

میرے لیے اُنھیں قتل کرنا مشکل نہیں۔

صفوان نے اس کے گھر والوں کی ذمہ داری لی۔

عمیر مدینہ آگیا۔

حضور ﷺ کی مسجد میں آیا تو آپ ﷺ نے اسے پوچھا:

کیسے آئے ہو؟

کہنے لگا: اپنے بیٹے کو چھُڑانے آیا ہوں۔

حضور ﷺ نے دوبارہ پوچھا:

اس نے پھر یہی جواب دیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

ذرا یہ تو بتاؤ۔ صفوان سے کیا طے کر کے چلے تھے؟

عمیر کہنے لگا:

آپ خود ہی بیان فرمادیں کہ کیا بات ہوئی تھی۔

حضور ﷺ نے سارا واقعہ بیان فرمادیا۔

عمیر حیران رہ گیا۔

کہنے لگا۔ یہ بات تو صرف میرے اور صفوان کے درمیان ہوئی تھی۔

یہ آپ کو بھی معلوم ہو گئی ہے تو اس کا ایک ہی سبب ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

عمیرؓ مسلمان ہو گئے۔

انھوں نے مکّہ میں جا کر اسلام کی خوب تبلیغ کی

اور بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا۔

ہُوا یہ کہ

حضورِ اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت عُبَیدُ اللہ (رضی اللہ عنہ) سفر میں تھے۔

یہ حضور ﷺ کے پیارے چچا حضرت عبّاسؓ کے بیٹے تھے۔

خاندان کے سب لوگوں کی طرح یہ بھی بہت سخی تھے۔

سفر میں ایک جگہ اُنھیں رات گزارنی پڑی۔

ایک شخص انھیں اپنے گھر لے گیا۔

اُس شخص نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ مہمانوں کے لیے کچھ موجود ہے؟

بیوی نے انکار کیا۔

گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔

میزبان نے کہا، بکری ذبح کر دیتے ہیں۔

بیوی بولی: ہماری ننھی کی زندگی تو اِسی بکری کے دودھ سے ہے۔

بکری نہ رہی تو ننھی بچ نہیں سکے گی۔

میزبان نے کہا، کچھ بھی ہو۔ ہمیں مہمانوں کے کھانے کا بندوبست تو کرنا
ہی ہے۔

میزبان نے بکری ذبح کردی۔

اس کا گوشت حضرت عبید اللہؓ اور اُن کے غلام کو کھلا دیا۔

حضرت عبید اللہؓ نے خاوند بیوی کی باتیں سُن لی تھیں۔

صبح کو سفر کے لیے چلتے وقت انھوں نے پانچ سو کی رقم میزبان کو دے
دی۔

سفر دوبارہ شروع ہُوا تو غلام نے کہا:

آپ نے بکری کی قیمت سے سو گنا زیادہ رقم میزبان کو دے دی ہے۔

حضرت عبید اللہ بولے۔ میزبان ہم سے بہت زیادہ سخی ہے۔

ہمارے پاس جو کچھ ہوتا ہے، اُس کا کچھ حصّہ کسی کو دیتے ہیں۔

لیکن اس نے اپنی اور اپنی بیٹی کی زندگی ہمیں دے دی تھی۔

ہمارے پاس زیادہ رقم ہوتی تو وہ بھی اُسے دے دیتے۔

☆

ہُوا یہ کہ

ایک صحابیؓ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس وقت مجلس جمی ہُوئی تھی۔

بہت سے صحابہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔

کوئی صاحب بات کر رہے تھے۔

جب یہ صحابیؓ اس پاک مجلس میں حاضر ہوئے
تو حضور ﷺ کی پاک زبان سے الفاظ نکلے:

"بُری بات"۔

جو صحابیؓ حاضر ہو رہے تھے، اُن کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے۔

اور حضور ﷺ نے اُن کی طرف دیکھا بھی تھا۔

وہ سمجھے کہ حضور ﷺ اُن کے بڑھے ہُوئے بالوں سے ناخوش ہوئے
ہیں۔

وہ اسی وقت واپس گئے

اور بال کٹوا دیئے۔

دوسرے دن وہ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَیں نے تمھیں دیکھ کر تو وہ الفاظ نہیں کہے تھے۔

وہ تو کوئی اور صاحب بات کر رہے تھے' میں نے اُن سے کہا تھا۔

لیکن تم نے بڑھے ہوئے بال کٹوا دیئے ہیں'

یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے۔

دیکھا آپ نے!

یہ ہے اشاروں پر مَر مٹنے کی بات!

یہ شک بھی ہو کہ کوئی بات حضور ﷺ کو پسند نہیں آئی تو صحابہؓ اسے چھوڑ دیتے تھے۔

اسی لئے صحابیؓ کا مقام اُمّت میں سب سے بڑا ہے۔

رضی اللہ عنھم!

☆

ہُوا یہ کہ

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے بیٹے عبد اللہؓ کے پاس ایک صاحب آئے۔

انھوں نے پوچھا:

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے سفر کی حالت میں ظُہر' عصر اور عشا کی فرض نماز آدھی پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے'

خود بھی حضور ﷺ سفر میں ان تینوں نمازوں کے دو' دو فرض ادا فرماتے تھے۔

نماز کا قرآن شریف میں بہت سی جگہوں پر ذکر ہے'

کئی قسم کی نماز کا ذکر ہے'

مگر سفر کی نماز کے لیے کوئی ہدایت نہیں۔

اُن سے یہ بات سن کر حضرت عبد اللہؓ نے جو کچھ فرمایا' وہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

حضرت عبد اللہؓ نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہمارے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

ہم تو کچھ جانتے ہی نہیں تھے۔

ہمیں تو بھلے بُرے کا کچھ پتا نہیں تھا۔

ہمیں کیا معلوم تھا کہ کیا کام ہمیں فائدہ پہنچائے گا' اور کس کام سے ہمیں نقصان ہو گا۔

اِس لیے

ہم تو وہی کرتے ہیں جو حضور ﷺ نے کیا۔

ہم تو اُسی کو مانتے ہیں جو حضور ﷺ نے فرمایا۔

اس میں ہم کسی سوچ بچار کو دخل نہیں دیتے۔

حضرت عبداللہؓ نے انھیں کہا:

بھتیجے! یہی اسلام ہے'

یہی ایمان ہے!

☆

ہُوا یہ کہ

ایک دفعہ ہمارے پیارے رسول ﷺ نے کعبہ کے اندر جا کر اللہ کی عبادت کرنے کا ارادہ کیا۔

جس کے پاس کعبہ کی چابی تھی' حضور ﷺ نے دروازہ کھولنے کے لیئے چابی مانگی۔

وہ کافر تھا'

اُس نے چابی دینے سے انکار کر دیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

"ایک دن چابی میرے پاس ہو گی۔ اور میں جسے چاہوں گا' اُسے دُوں گا"۔

اس شخص نے بڑی گستاخی کے ساتھ کہا:

یہ تو اُسی وقت ہو سکتا ہے جب قریش کے قبیلے کے سب لوگ مر جائیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

نہیں۔ وہ دن تو قریش کے لیئے عزّت کا دن ہو گا۔

اور پھر یہ ہُوا
کہ مکہ فتح ہو گیا
حضور ﷺ کے لشکر کا مقابلہ کافر نہ کر سکے۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے چابی والے کو بلایا اور اس سے چابی مانگی۔

اُس نے ادب سے پیش کر دی۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

چابی قیامت تک تمھارے ہی خاندان کے پاس رہے گی۔

وہ شخص ظالم ہو گا جو تم سے یا تمھارے خاندان سے چابی چھینے گا۔

چابی والے صاحب حیران رہ گئے۔

انھیں اپنا وہ سلوک یاد آیا جو انھوں نے ایک بار چابی نہ دیتے ہوئے اختیار کیا تھا'

اور یہ دیکھا کہ حضور ﷺ جواب میں کیا سلوک فرما رہے ہیں'

اِس سے انھیں پتا چل گیا
کہ اسلام کتنا اچھا دین ہے
حضور ﷺ کتنے اچھے ہیں' کتنے عظیم ہیں۔
اور' وہ مسلمان ہو گئے۔

ہُوا یہ کہ

مدینے میں آباد ایک یہودی قبیلے نے ہمارے پیارے رسول ﷺ کو بات چیت کے لیے بلایا۔

دوسرے یہودیوں کی طرح اس قبیلے کے لوگ بھی سازشوں سے باز نہیں آتے تھے۔

بات چیت میں تین اور مسلمانوں کو بھی شریک کرنی تھی'

اس لیے حضور ﷺ حضرت ابو بکرؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو ساتھ لے گئے۔

یہودیوں کی سازشیں تو اب تک مشہور ہیں۔

آج بھی دنیا بھر کے مسلمان اُن کی سازشوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔

یہودیوں نے اِدھر تو بات چیت کے لیے حضور ﷺ کو تین صحابہؓ کے ساتھ بلایا'

اُدھر ایک یہودی کو چھت پر چڑھا دیا۔

اُسے ہدایت کی گئی

کہ جب مسلمان باتوں میں لگ جائیں، وہ ایک وزنی پتّھر اوپر سے حضور ﷺ پر گرادے۔

حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو یہودیوں نے اُنھیں دیوار کے سائے میں بٹھادیا۔

یہودیوں کی سازِش تو مکمّل تھی۔

مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کو اس سازِش کی اِطّلاع دے دی۔

حضور ﷺ اُٹھے اور صحابہؓ کو ساتھ لے کر واپس چلے گئے۔

یہودیوں کی سازش ظاہر ہو چکی تھی۔

حضور ﷺ نے انھیں فرمایا کہ تم لوگ سازشوں سے باز نہیں آتے۔

اس لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تم مدینہ شریف چھوڑ کر چلے جاؤ۔

حضور ﷺ نے اُنھیں یہ سہولت دی کہ وہ جتنا سامان اٹھا سکتے ہوں، اپنے ساتھ لے جائیں۔

یہودی سمجھ گئے کہ اب یہاں اُن کی سازِشیں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

اس لیے اپنا سامان لے کر مدینہ شریف سے چلے گئے۔

ہُوا یہ کہ

کافر مدینہ شریف پر حملے کے ارادے سے ایک جگہ اکٹھے ہونے لگے۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ کو پتا چلا تو آپ چند سو ساتھیوں کو لے کر ان کی طرف گئے۔

کافر اور مسلمان آمنے سامنے ہوئے، مگر لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

دو صحابہؓ حضور ﷺ کے خیمے کے باہر پہرا دینے کے لیے مقرر کیے گئے۔

دونوں نے آپس میں طے کیا کہ آدھی آدھی رات، باری باری جاگ کر پہرہ دیں گے۔

رات کے پہلے حصّے میں جن کو پہرہ دینا تھا، انھوں نے نماز کی نیت باندھی، اور قرآنِ پاک کی ایک لمبی سورت پڑھنے لگے۔

ایک کافر کو موقع مل گیا۔

کافر نے تاک کر تیر مارا تو نماز میں مشغول صحابیؓ کے لگا۔

ان کا خون بہنے لگا۔

☆

کافر نے دو تیر اور مارے۔

ان کا خون زیادہ بہنے لگا۔

مگر انھوں نے نماز نہ چھوڑی۔

جو صحابیؓ اپنی باری کے انتظار میں سو رہے تھے، وہ جاگ گئے۔

پہلے صحابیؓ کا خون بہ رہا تھا،

وہ زیادہ کمزوری محسوس کر رہے تھے،

اس لیے انھوں نے نماز مختصر کر دی۔

دوسرے صحابیؓ نے جاگ کر انھیں سنبھالا۔

اور اُن سے کہا:

اللہ کے بندے! تم نے پہلے ہی تیر پر مجھے کیوں نہ جگا دیا۔

کہنے لگے:

میں قرآنِ مجید پڑھ رہا تھا۔ سوچا، سُورت مکمل ہو جائے تو رکوع میں جاؤں۔

قرآن پڑھنا چھوڑ کر نماز توڑ دینا، زخموں کی حالت دیکھنا یا تمھیں بلانا مجھے گوارا نہ تھا۔

☆

ہُوا یہ کہ

ایک صحابیؓ جو ایک گاؤں میں رہتے تھے، ہمارے پیارے رسول ﷺ کی زیارت کے خیال سے مدینہ شریف پہنچے۔

وہ گاؤں کے باہر اپنی بکریاں چَرا رہے تھے کہ انھیں حضور ﷺ زیارت کا خیال آیا۔

وہ اُسی وقت بکریوں کو ساتھ لے کر مدینہ شریف آ گئے۔

حضور ﷺ کے بارے میں پُوچھا تو پتا چلا کہ اُحد کے پاس کافروں سے لڑائی ہو رہی ہے، حضور ﷺ وہاں ہیں۔

انھوں نے بکریاں وہیں چھوڑیں اور اُحد پہنچ گئے۔ لڑائی جاری تھی۔

حضور ﷺ پر کافر بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہے تھے۔

وہ صحابیؓ لڑائی میں کُود پڑے۔

جدھر سے کافر حملہ کرتے ہوئے آتے، وہ صحابیؓ آگے بڑھ کر حملہ روک دیتے۔

تین مرتبہ یہی ہوا۔

حضور ﷺ نے انھیں آواز دے کر فرمایا:

تم نے جنت خرید لی ہے۔

یہ سُننا تھا کہ خوشی سے اچھلتے ہوئے کافروں کی صفوں میں گھس گئے،

اور کئی کافروں کو مارا۔

خود بھی شہید ہو گئے۔

حضور ﷺ اس جنگ میں خود زخمی ہو گئے تھے لیکن آپ ﷺ نے جنگ کے بعد انھیں اپنے مبارک ہاتھوں سے دفن کیا۔

اور دعا فرمائی کہ خدا تم سے راضی ہو۔

ان کا نام وہبؓ تھا۔

ان کا گھر گاؤں میں تھا،

ان کی بکریاں مدینہ شریف میں رہ گئیں۔

اور وہ خود اپنے پیارے رسول ﷺ کے ہاتھوں دفن ہو کر اپنے اللہ کے پاس پہنچ گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

ہُوا یہ کہ

ہمارے پیارے رسول ﷺ آخری حج کے وقت اپنے اونٹ پر سوار تھے۔

ایک صحابیؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی مبارک ایڑیاں جوتے سے اوپر اُٹھی ہوئی تھیں۔

انھوں نے کبھی حضور ﷺ کے مبارک پاؤں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔

ان کا دل چاہا کہ آپ ﷺ کے مبارک قدم کو چھولیں۔

انھوں نے اپنا ہاتھ جوتے اور پاؤں کے درمیان ڈالا۔

حضور ﷺ کو گدگدی ہوئی۔

حضور ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔

آپ نے ہاتھ ہلایا تو چھڑی صحابیؓ کے لگ گئی۔

صحابیؓ کا ہاتھ بھی پاؤں سے جُدا ہو گیا۔

صحابیؓ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! مجھے آپ کی چھڑی لگی ہے۔

حضور ﷺ نے چھری انھیں پکڑا دی اور فرمایا:

تم بدلہ لے لو۔

صحابیؓ نے چھری اپنے پیارے رسول ﷺ سے لے لی۔

اب چھری لگنے کا خطرہ نہیں رہا تھا۔

اِس لیے

صحابیؓ نے حضور ﷺ کی پنڈلی اور پاؤں کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو خوب رگڑا۔

اُن کا نام رافعؓ تھا۔

وہ بعد میں اپنے ساتھیوں میں بڑے فخر سے اس واقعے کا ذکر کیا کرتے تھے۔

وہ کہا کرتے تھے:

میرے ہاتھ وہ ہیں جو حضور ﷺ کے پیروں سے لگے تھے'

ان ہاتھوں سے میں نے حضور ﷺ کی پنڈلی پکڑی تھی۔

☆

ہُوا یہ کہ

اُحد کی لڑائی میں ہمارے پیارے رسول ﷺ اکیلے رہ گئے۔

کافروں نے چاروں طرف سے ہلّہ بول دیا۔

ایسے میں افواہ پھیلی کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔

عورتیں بے اختیار ہو کر مدینہ شریف سے باہر نکل آئیں۔

ایک صحابیہؓ حضور ﷺ کی خیریت کے بارے میں پُوچھتی پھر رہی تھیں۔

ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا: تمھارے والد شہید ہو گئے ہیں۔

خاتون نے پوچھا: حضور ﷺ کیسے ہیں؟

دوسری طرف سے آواز آئی: تمھارا شوہر بھی اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔

خاتون نے کہا: ارے' کوئی مجھے حضور ﷺ کی خیریت کی خبر دو۔

ایک اور آدمی بولا: تمھارا بھائی بھی اس جنگ میں کافروں کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔

خاتون بولی: تم لوگ میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ ارے' ہمارے

پیارے رسول ﷺ تو خیریت سے ہیں نا؟

کسی نے کہا:

"حضور ﷺ خیریت سے ہیں"۔

کہنے لگیں: مجھے بتاؤ۔ آپ ﷺ کدھر ہیں؟

لوگوں نے اشارے سے بتایا۔

یہ دوڑی ہوئی قریب گئیں۔

خوشی سے رونے لگیں۔

حضور ﷺ کا کپڑا پکڑ کر کہا:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! میرے ماں باپ آپ پر قربان!

آپ زندہ ہیں۔

آپ خیریت سے ہیں۔

تو مجھے کسی کے مرنے کی پروا نہیں!

☆

ہُوا یہ کہ

ایک کافر عورت بیمار ہو گئی۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ کے گھر کے راستے میں اُس کا گھر تھا۔

جب حضور ﷺ وہاں سے گزرتے' تو وہ کافر عورت اپنے گھر کا کُوڑا آپ ﷺ پر پھینک دیتی تھی۔

حضور ﷺ ایک دن وہاں سے گزرے'

تو اُس گھر میں سے آپ ﷺ پر کُوڑا نہیں پھینکا گیا۔

حضور ﷺ نے لوگوں سے اس عورت کی صحت کے بارے میں پوچھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

یا تو وہ گھر پر نہیں ہے' یا بیمار ہے۔

ورنہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ جو کام ہر روز کرتی تھی' آج نہ کرتی۔

لوگوں نے بتایا:

بڑھیا بیمار ہو گئی ہے۔

حضور ﷺ اُس کا حال معلوم کرنے اس کے گھر تشریف لے گئے۔

اس کی خیریت پوچھی۔

اس کی خدمت کی۔

اسے کھانے پینے کے لیے چیزیں لا کر دیں۔

اس کے لیے دوا لائے۔

وہ بوُڑھی عورت ایک دو دن کی دیکھ بھال سے ٹھیک ہو گئی۔

جو کچھ وہ حضور ﷺ کے ساتھ کرتی تھی' اُسے وہ بھی یاد تھا۔

اور جو کچھ حضور ﷺ نے اُس کے ساتھ کیا' اسے بھی وہ بھوُل نہیں سکتی تھی۔

وہ جان گئی کہ حضور ﷺ سچّے نبی ﷺ ہیں۔

وہ سچّے دل سے حضور ﷺ پر ایمان لے آئی۔

مسلمان ہو گئی۔

رضی اللہ عنہا۔

☆

ہُوا یہ کہ

مکہ کے کافروں کا ایک سردار مدینہ پہنچا۔

وہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس نے بتایا کہ مکہ میں بارِش نہیں ہوئی۔

مکہ والوں کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔

ان کی فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔

لوگ بھوک سے مَر رہے ہیں۔

کافر سردار نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ مکّہ والوں کے لیے دعا فرمائیں'

تاکہ اللہ وہاں بارِش کر دے۔

دُنیا جانتی ہے کہ مکّہ کے کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا ظلم کیے۔

اُنھوں نے مسلمانوں کو مارا پیٹا'

بہت سے مسلمانوں کو قتل بھی کر دیا۔

اُن کے ظلم سے تنگ آکر مسلمان پہلے دو دفعہ مکّہ چھوڑ کر حبشہ گئے،
پھر مدینہ شریف آگئے۔
مدینہ شریف تک بھی کافر اُن کا پیچھا کرتے تھے۔
یہاں بھی مسلمانوں کو تنگ کرنے کی کوششیں کی جاتی تھیں۔
لیکن جب خودِ اُنھیں تکلیف ہوئی،
مکّہ میں بارش نہ ہوئی،
کھانے کو کچھ نہ رہا،
تو حضور ﷺ سے دعا کرانے کے لیے مدینہ آپہنچے۔
حضور ﷺ نے انھیں ان کے ظُلم یاد نہیں دِلائے۔
انھیں یہ نہیں کہا کہ اللہ تمھیں تمھارے ظلم کا بدلہ دے رہا ہے۔
وہ تکلیف میں تھے،
اور حضور ﷺ دشمنوں کو بھی مصیبت میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔
اس لیے آپ ﷺ نے اُن کے لیے بارش کی دعا فرمائی۔
اللہ اپنے پیارے رسول ﷺ کی بات مانتا تھا۔
اس نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی،
اور مکّہ والوں کی پریشانیاں ختم ہوگئیں۔

ہُوا یہ کہ

ایک بار حضرت بلالؓ نے اپنی بیوی سے کہا،
کہ آج دن میں فلاں واقعہ پیش آیا۔
بیگم بولیں:
پتا نہیں، آپ کو بات پُوری طرح یاد بھی ہے یا نہیں۔
ہو سکتا ہے، آپ کچھ بھول ہی گئے ہوں۔
حضرت بلالؓ کو یہ سُن کر بہت افسوس ہوا۔
وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
حضرت بلالؓ غلام تھے۔
جب اُنھوں نے اسلام قبول کیا تو ان کے مالک نے ان پر بڑے ظُلم کیے۔
انھیں گرم ریت پر لٹایا جاتا،
ان کے سینے پر بھاری پتّھر رکھ دیئے جاتے،
پھر انھیں گرم ریت اور پتّھروں پر گھسیٹا جاتا۔

حضرت بلالؓ بہت زخمی ہو جاتے

لیکن اسلام سے منہ نہ موڑا،

بُتوں کو پُوجنے پر تیار نہ ہوئے،

حضور ﷺ کی محبت سے باز نہ آئے۔

پھر انھیں ان کے کافر مالک سے خرید کر آزاد کر دیا گیا۔

اور حضور ﷺ نے اُنھیں اذان دینے کی خدمت سونپی۔

حضور ﷺ کے ذاتی کاموں کی نگرانی بھی اُنھی کے سپُرد تھی۔

حضور ﷺ کا حساب کتاب بھی اُنھی کے پاس ہوتا تھا۔

جب ان کی بیوی نے ان کی بات پر شک کیا،

تو یہ دوڑے دوڑے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔

اور عرض کیا: یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلّم)!

میری بیوی میری بات کو سچ نہیں سمجھتی،

آپ چل کر اُسے سمجھائیں۔

حضور ﷺ حضرت بلالؓ کے ساتھ ان کے گھر گئے۔

آپ ﷺ نے ان کی بیوی سے فرمایا:

بلالؓ کی بات پر شک نہ کیا کرو۔ یہ جھوٹ نہیں بولتے۔

ہُوا یہ کہ

ایک عورت نے چوری کی۔

مقدمہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔

ثابِت ہو گیا کہ عورت نے چوری کی ہے۔

حضور ﷺ نے اُس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم سنایا۔

وہ عورت ایک قبیلے کے سردار کی رشتہ دار تھی۔

بہت سے لوگ اس عورت کی سفارِش کرنے لگے۔

حضور ﷺ نے سب کی باتیں سُنیں۔

لیکن جواب میں ارشاد فرمایا:

سنو!

اگر میری اپنی بیٹی بھی چوری کرتی،

تو اُس کے لیے بھی رعایت نہیں کی جا سکتی تھی۔

اس کا ہاتھ بھی کاٹنا پڑتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

پہلی قومیں اسی لیے تباہ ہُوئیں

کہ وہ غریبوں کے لیے کوئی رعایت نہیں کرتی تھیں،

مگر امیروں کو رعایت دے دیتی تھیں۔

اسلام میں غریب اور امیر میں کوئی فرق نہیں۔

جو اچھے کام کرتا ہے، وہ اچھا ہے۔

جو بُرے کام کرتا ہے، وہ بُرا ہے۔

اچھے کام کی تعریف ہوگی،

بُرے کام پر سزا دی جائے گی۔

اِس عورت نے چوری کی ہے۔

اِس کا جرم ثابت ہوگیا ہے۔

اس لیے اِس کو رعایت کا کوئی سوال نہیں۔

اِس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اور اُس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

☆

ہُوا یہ کہ

ایک مشہور صحابیؓ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ تم کالی ماں کے بیٹے ہو۔

حضرت بلالؓ کا رنگ کالا تھا۔

وہ غلام تھے۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے غلاموں کو بڑے مرتبے بخشے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اِس لیے اچھا نہیں کہ اس کا رنگ سفید ہے،

اور کوئی شخص کالے رنگ کی وجہ سے کسی سے کم نہیں۔

جب اس صحابیؓ نے حضرت بلالؓ کی ماں کے کالے ہونے کا ذکر کیا

تو حضرت بلالؓ نے حضور ﷺ سے ان کی شکایت کی۔

حضور ﷺ نے اس صحابیؓ کو بلایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام لانے کے بعد بھی تم میں غرور باقی ہے۔

اس صحابیؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ ناراض ہیں۔

کوئی صحابیؓ یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ حضور ﷺ اُس سے ناراض ہوں۔

انھوں نے حضور ﷺ کو راضی کرنے کی ایک راہ نکالی۔

اس سے اُن کے غُرور کا علاج بھی ہو سکتا تھا۔

وہ دوڑ کر حضرت بلالؓ کے پاس پہنچے،

ان کے سامنے زمین پر لیٹ گئے،

اور حضرت بلالؓ سے کہا کہ وہ اپنا پَیر ان کے گال پر رکھیں۔

حضرت بلالؓ نے بہت بچنا چاہا۔

انھوں نے کہا بھی کہ وہ ان سے راضی ہیں،

مگر وہ نہ مانے۔

اور کہا:

جب تک آپ ایسا نہیں کریں گے، میں یہاں سے نہیں اُٹھوں گا۔

آخر حضرت بلالؓ کو ان کے گال پر پاؤں رکھنا پڑا۔

☆

ہُوا یہ کہ

حضرت سلمانؓ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اُن کی زبان فارسی تھی۔

انھیں عربی نہیں آتی تھی۔

حضور ﷺ نے ایک یہودی کو بلایا جو عربی بھی جانتا تھا، فارسی بھی۔

حضرت سلمان نے فارسی میں حضور ﷺ کی تعریف کی۔

یہودی نے عربی میں حضور ﷺ کو بتایا کہ سلمان آپ کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے۔

حضرت سلمانؓ نے یہودیوں کی بُرائی کی۔

یہودی نے بتایا کہ سلمان یہودیوں کی تعریف کر رہا ہے۔

جب سب بات چیت ہو گئی تو حضور ﷺ نے یہودی کو کہا:

جو باتیں سلمانؓ نے کہیں، وہ اور ہیں۔

تم نے اُلٹ باتیں مجھ تک پہنچائی ہیں۔

یہ سن کر یہودی کو پتا چل گیا کہ حضور ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔
اسی لیے انھیں فارسی میں کہی ہوئی سب باتوں کا بھی پتا چل گیا ہے۔
حضرت سلمانؓ تو مسلمان ہونے کے لیے ہی حاضر ہوئے تھے۔
مگر وہ یہودی بھی اسلام لے آیا۔
اس طرح ایک ہی وقت میں سلمانؓ بھی ایمان لائے اور یہودی عالم بھی۔

☆

ہُوا یہ کہ

سارے عرب کے کافر قبیلے اکٹھے ہو کر مدینہ شریف پر چڑھ دوڑے۔
ہمارے پیارے رسول ﷺ کو پتا چلا کہ کافر اکٹھے ہو کر حملہ کر رہے ہیں تو
آپ ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔
حضرت سلمانؓ کا خیال تھا کہ شہر کو بچانے کے لیے ایک خندق (کھائی)
کھودی جائے۔
حضور ﷺ نے اس خیال کو پسند فرمایا۔
خندق کھودی جانے لگی۔
پتھر سخت تھے' اس لیے کھدائی مشکل تھی۔
حضور ﷺ بھی صحابہؓ کے ساتھ مل کر پتھر توڑتے تھے۔
صحابہؓ نے بہت کہا کہ آپ صرف نگرانی فرمائیں'
ہم پتھر توڑ لیں گے۔
لیکن حضور ﷺ نہیں مانے۔

اور کھدائی کے کام میں صحابہ سے زیادہ محنت فرماتے رہے۔
جہاں پتھر زیادہ سخت ہوتے،
اور صحابہؓ مل کر بھی انھیں نہ توڑ سکتے،
وہاں حضور ﷺ ان کی مدد فرماتے۔
اور دیکھتے ہی دیکھتے سخت پتھروں کو توڑ دیتے۔
سب جانتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔
بہت سے مسلمان بھوکے رہ کر پتھر توڑنے کی سخت محنت کر رہے تھے۔
ایک صحابیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
انھوں نے پیٹ پر سے کپڑا ہٹا کر دکھایا،
تو ان کے پیٹ پر پتھر بندھا تھا۔
اِس طرح بھوک کا خیال کم ہو جاتا تھا۔
حضور ﷺ نے یہ دیکھا،
تو اپنے مبارک پیٹ پر سے کپڑا ہٹایا۔
صحابیؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے دو پتھر باندھ رکھے تھے۔
صحابیؓ تو شاید ایک آدھ دن کے بھوکے ہوں،
حضور ﷺ نے کئی دن سے کھانا نہیں کھایا تھا۔

ہُوا یہ کہ

ہمارے پیارے رسول ﷺ مکّہ سے طائف پہنچے۔
حضور ﷺ لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔
آپ ﷺ چاہتے تھے کہ لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں، نیک کام کریں،
ایک دوسرے کے کام آئیں،
کسی کو تنگ نہ کریں۔
حضور ﷺ نے یہ سفر بھی اسی لیے کیا تھا۔
آپ ﷺ نے وہاں کے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا،
انھیں اسلام لانے کو کہا۔
لیکن وہ لوگ نہیں مانے۔
انھوں نے لڑکے حضور ﷺ کے پیچھے لگا دیے۔
لڑکوں نے پتھر پھینکنے شروع کیے۔
حضور ﷺ زخمی ہو گئے۔

اور کھدائی کے کام میں صحابہؓ سے زیادہ محنت فرماتے رہے۔
جہاں پتھر زیادہ سخت ہوتے،
اور صحابہؓ مل کر بھی انھیں نہ توڑ سکتے،
وہاں حضور ﷺ ان کی مدد فرماتے۔
اور دیکھتے ہی دیکھتے سخت پتھروں کو توڑ دیتے۔
سب جانتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔
بہت سے مسلمان بھوکے رہ کر پتھر توڑنے کی سخت محنت کر رہے تھے۔
ایک صحابیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
انھوں نے پیٹ پر سے کپڑا ہٹا کر دکھایا،
تو ان کے پیٹ پر پتھر بندھا تھا۔
اس طرح بھوک کا خیال کم ہو جاتا تھا۔
حضور ﷺ نے یہ دیکھا،
تو اپنے مبارک پیٹ پر سے کپڑا ہٹایا۔
صحابیؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے دو پتھر باندھ رکھے تھے۔
صحابیؓ تو شاید ایک آدھ دن کے بھوکے ہوں،
حضور ﷺ نے کئی دن سے کھانا نہیں کھایا تھا۔

ہُوا یہ کہ

ہمارے پیارے رسول ﷺ مکہ سے طائف پہنچے۔
حضور ﷺ لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔
آپ ﷺ چاہتے تھے کہ لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں، نیک کام کریں،
ایک دوسرے کے کام آئیں،
کسی کو تنگ نہ کریں۔
حضور ﷺ نے یہ سفر بھی اسی لیے کیا تھا۔
آپ ﷺ نے وہاں کے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا،
انھیں اسلام لانے کو کہا۔
لیکن وہ لوگ نہیں مانے۔
انھوں نے لڑکے حضور ﷺ کے پیچھے لگا دیئے۔
لڑکوں نے پتھر پھینکنے شروع کیے۔
حضور ﷺ زخمی ہو گئے۔

حضرت زیدؓ حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔

وہ بھی زخمی ہو گئے۔

حضور ﷺ زخموں کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔

حضرت زیدؓ حضور ﷺ کو اٹھا کر شہر سے باہر لے گئے۔

حضرت زیدؓ نے افسوس کیا کہ ان بد قسمت لوگوں نے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائی ہے۔

زیدؓ نے حضور ﷺ سے عرض کی:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)!

آپ ان کے لیے بد دعا فرمائیں،

تاکہ اللہ انھیں تباہ کر دے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

زید! میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں:

اللہ انھیں سیدھے راستے پر لائے۔

اللہ ان کی اولاد کو سیدھے راستے پر لائے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

میں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

میں ان ظالموں کے لیے بھی دعا ہی کرتا ہوں، بد دعا نہیں کرتا۔

ہُوا یہ کہ

کافروں نے حضور ﷺ کے کچھ اونٹ چرا لیے۔

مدینہ شریف سے تھوڑے فاصلے پر غابہ نام کی ایک جگہ تھی۔

یہ اونٹ یہیں تھے۔

کافر یہ اونٹ کھول کر لے چلے۔

حضرت سلمہؓ تیر کمان لیے وہاں سے گزر رہے تھے۔

انھوں نے دیکھ لیا۔

سلمہؓ اس وقت بچے تھے،

لیکن دوڑنے اور تیر چلانے میں ان کا کوئی شخص مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

انھوں نے کافروں کا پیچھا کیا۔

کافروں کو تیر مارتے،

پھر کسی درخت کے پیچھے چھپ جاتے۔

انھوں نے کافروں کو اور ان کے گھوڑوں کو تیر مار مار کر زخمی کر دیا۔

وہ کبھی بھاگ کر کسی درخت کے پیچھے چھپتے،
کبھی کسی پہاڑی پر چڑھ کر مسلمانوں کو آواز دیتے۔
صحابہؓ نے ان کی آواز سُنی تو گھوڑوں پر چڑھ کر دوڑے۔
لیکن
صحابہؓ کے آنے تک اس بچے نے کافروں کو اتنا تنگ کر دیا تھا
کہ وہ اونٹ چھوڑ کر بھاگ اٹھے تھے۔
سلمہؓ نے انھیں اتنا پریشان کیا کہ جان بچا کر بھاگنے کی کوشش میں کافر اپنی
چادریں اور برچھے پھینکتے چلے گئے۔
اُن کی تیس چادریں اور تیس برچھے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔
بعد میں حضرت سلمہؓ نے حضور ﷺ سے اجازت مانگی
کہ انھیں ایک گھوڑا دے کر کافروں کا پیچھا کرنے کی اجازت دی جائے،
تاکہ ان میں سے کوئی بچ نہ سکے۔
مگر حضور ﷺ نے انھیں اس کی اجازت نہ دی۔

☆

ہُوا یہ کہ

ابو جہل نے حضرت سمیہؓ کو شہید کر دیا۔
ہمارے رسول ﷺ نے لوگوں کو اسلام لانے کو کہا،
انھیں بتایا کہ اللہ ایک ہے،
اس کے سوا کسی کی عبادت کرنا درست نہیں۔
حضور ﷺ نے مکہ کے لوگوں کو بتایا کہ
"میں اللہ کا رسول ہوں"۔
کچھ لوگ آہستہ آہستہ مسلمان ہونے لگے۔
جو لوگ مسلمان ہوئے،
ان میں حضرت عمارؓ بھی تھے۔
حضرت عمارؓ اتنے خوشِ قسمت تھے کہ ان کے بوڑھے ماں باپ بھی حضور
ﷺ پر ایمان لے آئے۔
حضرت سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں۔

ابو جہل اور دوسرے کافروں نے حضرت عمارؓ اور ان کے ماں باپ پر بڑے
ظلم کیے۔

کافروں نے انھیں گرم ریت پر لٹایا،
انھیں مار، پیٹا۔
وہ چاہتے تھے کہ یہ لوگ اسلام کو چھوڑ دیں،
اور پھر بتوں کو پوجنے لگیں۔
لیکن یہ نہیں مانے۔
حضرت عمارؓ کے والد بھی کافروں کے ظلم سہتے سہتے فوت ہو گئے۔
ان کی والدہ حضرت سمیہؓ کو تو ابو جہل نے برچھا مار کر شہید کر دیا۔
یہ بوڑھی اور کمزور تھیں،
لیکن اسلام پر ڈٹی رہیں،
انھوں نے حضور ﷺ کا دامن نہیں چھوڑا۔
سب سے پہلے خدا کی راہ میں شہید ہونے والی حضرت سمیہ ہی تھیں،
رضی اللہ عنہا۔

☆

ہوا یہ کہ

ایک بار حضرت ثوبانؓ بہت پریشان بیٹھے تھے۔
حضرت ثوبانؓ ہمارے پیارے رسولؐ کے غلام تھے۔
حضور ﷺ اپنے غلاموں کا بہت خیال رکھتے تھے۔
حضور ﷺ نے انھیں پریشان دیکھا،
تو وجہ پوچھی۔
حضرت ثوبانؓ نے عرض کی:
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)!
میں تھوڑی دیر بھی آپ کو نہ دیکھوں
تو پریشان ہو جاتا ہوں۔
آپ کی زیارت ہو تو تسلی رہتی ہے۔
آج یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں
کہ آپ تو اللہ کے پیارے رسول ﷺ ہیں

جنت میں آپ تو بڑے اونچے مقام پر ہوں گے۔

مجھے تو شاید آپ کا مقام دیکھنے بھی نہ دیا جائے۔

مجھے تو کہیں دور رکھا جائے گا۔

اور مجھے آپ دکھائی نہیں دیں گے تو میرا کیا بنے گا'

میں زندہ کیسے رہوں گا۔

آپ کی دوری مجھ سے کس طرح برداشت ہو گی۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے انھیں فرمایا:

ثوبان!

تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔

اور جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں'

وہ جنت میں میرے قریب ہوں گے۔

انھیں مجھ سے دور نہیں رکھا جائے گا۔

فرمایا: ثوبان! خوش ہو جاؤ۔ جنت میں تم میرے ساتھ ہو گے۔

☆

ہُوا یہ کہ

ایک بار ہمارے پیارے رسول ﷺ نماز کے لیے اکیلے کھڑے ہوئے۔

باہر سے حضرت عبداللہؓ آ گئے۔

یہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے بیٹے تھے۔

یہ بچے تھے۔

انھوں نے حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

جب نماز پڑھنے والے دو ہوں

تو ایک دوسرے کے پیچھے کھڑے نہ ہوں'

نمازی بھی امام کے ساتھ ہی کھڑا ہو جائے۔

جب حضرت عبداللہؓ حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے'

تو حضور ﷺ نے انھیں بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔

حضور ﷺ نے بازو چھوڑا

تو حضرت عبداللہ پھر پیچھے چلے گئے۔

اور اسی طرح نماز مکمل کی۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ اکیلے آگے تھے۔

حضرت عبداللہ اکیلے آپ ﷺ کے پیچھے تھے۔

جب نماز ختم ہو گئی۔

تو حضور ﷺ نے عبداللہ سے پوچھا:

میں نے تمھیں پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا بھی کیا تھا،

لیکن تم پھر پیچھے کیوں چلے گئے؟

حضور ﷺ نے انھیں بتایا کہ نماز پڑھنے والے دو ہی ہوں تو دونوں کو ساتھ ہی کھڑا ہونا چاہئے۔

حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)!

حکم تو یہی ہے۔

آپ نے خود میرا بازو پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ کھڑا بھی کیا تھا۔

لیکن

آپ ہمارے آقا ہیں،

میں آپ کے برابر کھڑا کیسے ہو سکتا تھا۔

ہوا یہ کہ

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کی دعوت کی۔

حضور ﷺ نے یہ دعوت قبول فرمائی۔

حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:

چلو۔ عثمانؓ کے ہاں دعوت ہے۔

صحابہؓ حضور ﷺ کے ساتھ چل پڑے۔

جب حضور ﷺ حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف چلے تو حضرت عثمانؓ بھی ساتھ تھے۔

وہ حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

وہ حضور ﷺ کے قدموں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

سب صحابہ نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ اسی طرح ساتھ ساتھ چلتے رہے۔

گھر پہنچ گئے

تو ہمارے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:
میں مسجد سے چلا تو تم ہمارے ساتھ تھے۔
پھر تم پیچھے ہو گئے۔
اور تم نے میرے قدم گننے شروع کر دیئے۔
تم ایسا کس لیے کر رہے تھے؟
حضرت عثمانؓ نے عرض کیا:
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک و سلم)!
آپ نے مجھ پر مہربانی فرمائی'
میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ میرے ہاں کھانا کھا لیں۔
میں نے سوچ لیا
کہ آپ جتنے قدم چل کر میرے ہاں تشریف لے جائیں گے'
میں ہر قدم پر ایک غلام آزاد کروں گا۔
اسی لیے میں آپ کے قدم گن رہا تھا۔
اور
حضرت عثمانؓ نے یہی کیا۔

ہُوا یہ کہ

ہمارے پیارے رسول ﷺ ایک سفر سے واپس مدینہ شریف کی طرف آ رہے تھے۔
راستے میں ایک جگہ آپ ﷺ نے آرام فرمانا چاہا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔
انھوں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک و سلم)!
آپ میرے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمائیں۔
حضور ﷺ نے ان کی بات مان لی
اور ان کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔
عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔
حضور ﷺ سوئے رہے۔
پھر شام قریب آ گئی'

حضور ﷺ سوئے رہے۔

عصر کا وقت ختم ہونے لگا۔

حضرت علیؓ کو پریشانی ہوئی کہ عصر کی نماز وقت پر پڑھی نہیں جا سکے گی۔

پریشانی سے اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ایک آنسو حضور ﷺ کے چہرے پر پڑا

تو آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔

پوچھا۔ علیؓ! کیا بات ہے۔ کیوں رو رہے ہو؟

عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)!

میری عصر کی نماز رہ گئی ہے۔

حضور ﷺ نے ڈوبتے ہوئے سُورج کو دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے سورج کو پیچھے موڑ دیا۔

حضرت علیؓ نے دیکھا تو ابھی عصر کا وقت تھا۔

اور انھوں نے آرام سے وقت پر نماز ادا کر لی۔

☆

ہُوا یہ کہ

مدینہ شریف میں ہمارے پیارے رسول ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے تھے۔

سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔

حضور ﷺ جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

آپ ﷺ کو دیکھ کر سارے صحابہؓ بھی کھڑے ہو گئے۔

صحابہؓ کو معلوم تھا کہ جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔

حضور ﷺ نے یہی فرما رکھا تھا۔

لیکن صحابہؓ کو خیال تھا

کہ یہ حکم مسلمان کے جنازے کے لیے ہے۔

جب کسی مسلمان کا جنازہ گزرتا دیکھتے،

تو صحابہؓ کھڑے ہو جاتے تھے۔

لیکن آج جس جنازے کو دیکھ کر حضور ﷺ کھڑے ہوئے

اور بعد میں صحابہؓ بھی کھڑے ہوئے،
یہ مسلمان کا جنازہ نہیں تھا۔
یہ جنازہ ایک یہودی کا تھا۔
صحابہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)!
یہ ایک یہودی کا جنازہ تھا۔
حضور ﷺ نے فرمایا:
وہ بھی انسان تھا،
وہ بھی جان رکھتا تھا۔

☆

ہُوا یہ کہ

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے حضرت اُسامہؓ کو ایک لشکر کا سالار بنایا۔
اُسامہؓ اس وقت بیس سال کے تھے۔
صحابہؓ میں بڑے بڑے جرنیل موجود تھے،
مگر حضور ﷺ نے ایک نوجوان کو سالار بنا دیا۔
یہ نوجوان حضور ﷺ کے غلام حضرت زیدؓ کے بیٹے تھے۔
ان کی ماں وہ تھیں جنھوں نے حضور ﷺ کو گودوں میں کھلایا تھا۔
حضور ﷺ نے اپنی اُن خادمہ کے بارے میں فرمایا:
یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔
حضور ﷺ نے بڑے بڑے صحابہؓ کے ہوتے ہوئے حضرت اُسامہؓ کو لشکر کا سالار مقرر فرمایا۔
ابھی لشکر مدینہ شریف کے باہر ہی تھا،
ابھی روانہ نہیں ہُوا تھا

کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے۔

صحابہؓ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ چُن لیا۔

اُس وقت کئی فتنے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

دشمنوں نے سازشیں شروع کر دیں۔

ایک آدمی نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ بھی کر دیا۔

کچھ صحابہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو صلاح دی

کہ اِس وقت چاروں طرف سے سازشیں شروع ہو گئی ہیں،

اِس لیے حضرت اسامہؓ کا لشکر روک لیا جائے۔

حالات ٹھیک ہو جانے پر یہ لشکر بھیجا جائے تو اچھا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا!

اُس خدا کی قسم جو میری جان کا مالک ہے۔

اگر مدینہ شریف میں کوئی ایک مسلمان بھی نہ رہے

اور جانور مجھ اکیلے کو آ کر مار ڈالیں،

تو بھی میں اس لشکر کو نہیں روک سکتا

جسے میرے پیارے آقا ﷺ خود بھیجنے کا حکم فرما چکے ہیں۔

حضور ﷺ کا تیار کیا ہوا لشکر میں کیسے روک سکتا ہوں۔

ہُوا یہ کہ

مکّہ کے یہودیوں نے ایک مُرغ چوری کیا۔

انھوں نے اُسے پکایا۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ اس وقت سات سال کے تھے۔

اُنھوں نے حضور ﷺ کو بھی کھانے پر بلایا۔

سب کھانے لگے،

مگر آپ ﷺ نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔

یہودیوں نے کہا:

محمد! (صلّی اللہ علیہِ و آلہٖ وسلّم) آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

یہ حرام ہے،

اور میرا خدا مجھے حرام سے محفوظ رکھتا ہے۔

یہودیوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ نبی حرام چیز نہیں کھاتے۔

انھوں نے پھر ایک مُرغ چوری کیا'

اور کہا کہ اس کی قیمت بعد میں دے دیں گے۔

یہ مُرغ بھی پکایا گیا۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ کو بلا کر انھیں کھانا پیش کیا۔

حضور ﷺ نے یہ بھی نہیں کھایا۔

یہودیوں نے وجہ پوچھی۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

میں ایسی چیز بھی نہیں کھاتا جس میں شک ہو۔

☆

ہُوا یہ کہ

ہمارے پیارے رسول ﷺ مسجد میں بیٹھے تھے'

صحابہؓ بھی حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔

کالے رنگ کے ایک صاحب مسجد میں آئے۔

انھوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔

حضور ﷺ نے بڑی محبت سے ان کے سلام کا جواب دیا'

اور اپنے پاس بٹھایا۔

حضور ﷺ نے اُن سے پوچھا:

ہلال! تم ٹھیک تو ہو؟

حضرت ہلالؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

پھر حضور ﷺ نے ان سے پوچھا:

تم ہمارے لیئے دعا کرتے ہو یا نہیں؟

حضرت ہلالؓ رونے لگے۔

عرض کیا:

یارسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم)!

میں آپ ﷺ کے لیے کیا دعا کروں گا۔

آپ جانتے ہیں، میں ایک کافر کا غلام ہوں۔

مگر ہر وقت آپ کو یاد کرتا رہتا ہوں۔

چاہتا ہوں کہ ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

ہمیں معلوم ہے۔ مگر تم ہمارے لیے اور ہماری اُمّت کے لیے دعا کرتے رہا کرو۔

صحابہؓ سمجھ گئے کہ ہلالؓ کو تو حضور ﷺ بھی عزّت بخش رہے ہیں۔

ایک صحابیؓ نے عرض کیا:

یارسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم)!

انھیں فرمایئے، یہ میرے لیئے دعا فرمائیں۔

حضور ﷺ نے ہلال سے فرمایا:

ہلال! تمھارے بھائی تم سے دُعا کی درخواست کر رہے ہیں۔

حضرت ہلالؓ نے عرض کی:

یارسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم)!

کیا آپ اِن سے راضی ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ہاں"!

یہ سُن کر حضرت ہلالؓ نے اُس صحابیؓ کے لیے دعا کی۔

حضور ﷺ نے "آمین" کہی۔

☆

ہُوا یہ کہ

کافروں نے ہمارے پیارے رسول ﷺ کے گھر کو گھیر لیا۔

انھوں نے سوچا تھا کہ حضور ﷺ کی وجہ سے لوگ بُتوں کو پُوجنا چھوڑ گئے ہیں۔

اگر آپ ﷺ نہ ہوں تو لوگ پھر بُتوں کو پُوجنا شروع کر دیں گے۔

وہ سب حضور ﷺ کو مارنے کے لیے جمع ہُوئے تھے۔

حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا

اور خود مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔

آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے گھر گئے۔

انھیں ساتھ لیا،

اور مکہ شریف کے قریب ایک پہاڑ پر چلے گئے۔

پہاڑ پر بہت سی غاریں ہیں۔

حضور ﷺ حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر ایک غار میں چلے گئے۔

حضرت ابو بکرؓ حضور ﷺ سے پہلے غار میں داخل ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے غار کی صفائی کی۔

حضور ﷺ غار میں داخل ہُوئے اور کچھ دیر کے بعد آرام فرمانا چاہا۔

حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے زانو پر سر رکھا اور سو گئے۔

غار میں کچھ سوراخ تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے ان کو چھوٹے پتھروں سے اور کپڑے کے ٹکڑوں سے بند کر دیا تھا۔

ایک بند نہ ہو سکا،

اس کے آگے حضرت ابو بکرؓ نے پاؤں رکھ دیا۔

مقصد یہ تھا کہ کوئی چیز یہاں سے نکل کر حضور ﷺ کو تکلیف نہ پہنچائے۔

اُس بِل میں ایک سانپ تھا۔

اس نے بِل سے باہر نکلنے کی کوشش کی،

تو حضرت ابو بکرؓ کے پاؤں پر کاٹ لیا۔

انھوں نے یہ سوچ کر پاؤں پیچھے نہیں کیا

کہ اِس طرح سانپ کو راستہ ملا تو وہ کہیں حضور ﷺ کو نہ کاٹ لے۔

سانپ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاؤں پر بار بار کاٹنا شروع کیا۔

درد کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ایک آنسو حضور ﷺ کے مبارک چہرے پر پڑا،

تو آپ ﷺ جاگ گئے۔

رونے کی وجہ جان کر آپ ﷺ نے ان کے پاؤں پر اپنا مبارک تھُوک لگا دیا۔

حضرت ابوبکرؓ کا درد جاتا رہا۔

سانپ نے بھی حضور ﷺ کی زیارت کر لی،

اور غار سے باہر چلا گیا۔

☆

نعت کہتے رہو

ہے اگر سر میں سودائے حُبِّ نبی ﷺ نعت کہتے رہو نعت کہتے رہو
اِس سے آئے گی ایمان میں پختگی، نعت کہتے رہو نعت کہتے رہو

رنج و غم ہوں کہ دکھ درد کچھ بھی سہی، نعت کہتے رہو نعت کہتے رہو
چاہتے ہو اگر روح کی تازگی، نعت کہتے رہو نعت کہتے رہو

انبیاءؑ ہوں صحابہؓ ہوں یا اولیاءؒ، کرتے آئے ہیں مدحِ حبیبِ خدا ﷺ
ہے پسندیدۂ رب یہی شاعری، نعت کہتے رہو نعت کہتے رہو

اُن کی عظمت کا کیونکر ہو ہم سے بیاں، ہم کہاں اور کہاں وہ شہِ دو جہاں ﷺ
یہ سعادت ہے خود اپنے حق میں بڑی، نعت کہتے رہو نعت کہتے رہو

ہیں ازل سے یہی نورِ ذاتِ خدا، ہیں ابد تک یہی خلق کے پیشوا
ابتدا بھی یہی انتہا بھی یہی، نعت کہتے رہو نعت کہتے رہو

کیا عجب ہم پہ ہو جائے چشمِ کرم، اپنے در پہ بلا لیں شہِ ذی حشم ﷺ
کاش حاصل ہو یوں قلب کو روشنی، نعت کہتے رہو نعت کہتے رہو

میں جو صابرؔ نہایت خطا کار ہوں، کس طرح زادِ عقبیٰ مہیا کروں
چشمِ رحمت کی خاطر یہی دُھن لگی، نعت کہتے رہو نعت کہتے رہو

صابر براری (کراچی)

شہرِ کرم

(جنوری ۱۹۹۷ء کا ماہنامہ "نعت" دیکھ کر)

مدینہ طیبّہ شہرِ کرم ہے
کہ اس میں روضۂ شاہِ اُمم ﷺ ہے

یہ وہ ارضِ مقدّس ہے کہ جس پر
نزولِ رحمتِ حق دم بہ دم ہے

اِسی نگری میں ہے کعبے کا کعبہ
یہی دھرتی حرم کا بھی حرم ہے

مدینہ آرزوئے قلبِ مہجور
مدینہ جستجوئے چشمِ نم ہے

مدینہ رشکِ فردوسِ معلّیٰ
مدینہ غیرتِ حُسنِ ارم ہے

زباں میری، بیاں شہرِ کرم کا
کرم ہے، یہ کرم ہے، یہ کرم ہے

تمنّائے زیارت ہے کچھ اتنی!
کروں جتنا بھی اس کو یاد، کم ہے

کہیں بن دید کے ہی مَر نہ جاؤں
جو کچھ غم ہے تو بس اتنا ہی غم ہے

لکھا ہے "گنبدِ خضریٰ" بہ صد شوق
یہی اعزازِ قرطاس و قلم ہے

میں جیسے جا رہا ہوں سُوئے طیبہ
تصوّر بھی یہ کتنا محترم ہے

اُدھر فیضان ہے وہ بابِ رحمت
اِدھر میری ندامت سر بہ خم ہے

فیض رسول فیضانؔ (گوجرانوالہ)

حفیظ تائبؔ کی توبہ اور تاویل

جناب حفیظ تائبؔ نے مدیرِ نعت کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے:

"بشیر حسین ناظمؔ نے مجھے جو "خالی از معائب" لکھا تو اس سے مراد "خالی از معائبِ سخن" تھا اور سخن کا لفظ کمپوزنگ میں رہ گیا تھا۔ اگرچہ میں تو "خالی از معائبِ سخن" ہونے کا اہل یا دعویدار بھی نہیں ہوں، کجا "خالی از معائب" ہونا، جو کسی عام انسان کے لیے سوچا تک نہیں جاسکتا۔ بہرحال غلطی کسی کی بھی ہو، میں ہزار استغفار کرتا ہوں"۔

تائبؔ صاحب نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا کہ "بشیر حسین ناظمؔ کی تضمین کی اشاعت میں جو فاش غلطی سرزد ہوئی، جسے جناب کمی اور بعد میں آپ نے "توہینِ.... گروانا، اس کا بار بار ذکر کچھ اچھا نہیں لگ رہا"۔

حضرت! غلطی کتابت کی بھی ہو سکتی ہے، جہالت کی وجہ سے بھی۔ لیکن غلطی سے آگاہ ہو جانے کے بعد نشان دہی کرنے والے کو گالیاں دینا کیا اس حقیقت پر دالّ نہیں کہ یہ غلطی نہیں تھی، دانستہ جرم تھا۔

اگر کسی میں ایمان کی رمق بھی موجود ہو تو اس غلطی پر جس سے حضور رحمتِ ہر عالم ﷺ کی توہین ہوتی ہو، نہ صرف شرمندہ ہو گا، بلکہ نشان دہی کرنے والے کا شکرگزار بھی۔ جب وہ بدبخت نشان دہی کرنے والے کو دُشنام طرازی کا ہدف بناتا ہے اور غلطی کی اصلاح نہیں کرتا تو پھر بھی وہ چونکہ آپ کا شاگرد ہے اور آپ کی تعریف میں زمین آسمان میں قلابے ملاتا ہے، کیا اس لیے کسی کو اس کے خلاف بات نہیں کرنا چاہیئے۔

"خالی از معائب" کے سلسلے میں جو تاویل آپ نے کی ہے، کیا اس سے آپ کا ضمیر مطمئن ہے؟ کیا واقعی ناظمؔ نے "خالی از معائبِ سخن" لکھا تھا؟ کیا آپ کے اس شاگرد کا تخصّص محض قافیہ بندی ہی نہیں جس کا مظاہرہ اس نے آپ کی تعریف میں خامہ فرسائی

کرتے ہوئے بھی کیا۔

اس نے آپ کو یوں "خالی از معائب" قرار دیا ہے:

"عندلیبِ چمنستانِ رسالت — طوطیٔ باغِ نبوت

قائدِ نعوت نگاراں — امیرِ کشورِ درد شعاراں

استادِ وقت — خوش رخت و خوش بخت

مقبول و منظورِ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ

کشتۂ تیغِ مودتِ آلِ سیدالوریٰ ﷺ

قتیلِ دشنۂ محبتِ اولیا

خالی از معائب — جناب پروفیسر حفیظ تائب"۔

(خوانِ رحمت۔ ص ۷)

اس کے ساتھ آپ کی یہ تاویل کہ "سخن" کا لفظ کمپوزنگ میں رہ گیا تھا" شاید آپ کو تو مطمئن کردے، اللہ اور اس کے رسولِ معظم ﷺ تو جانتے ہیں کہ یہ تاویل غلط ہے۔

بہرحال، اگر آپ نے دل سے اپنے خالق و مالک جلّ و علا کی بارگاہ میں توبہ کی ہے تو اللہ کریم ضرور اسے قبول فرمائے گا، اور اگر ایسا نہیں ہے تو اللہ ہی جانتا ہے کہ قیامت کے دن آپ کا حشر کیا ہو گا۔

آئندہ شمارہ

(اپریل ۱۹۹۷)

بدیع الدین جوہر میرٹھی کی نعت

مقالۂ خصوصی

تحریر: رفیق احمد باجواہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الملک

عالمین میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق شدہ ہر شے کا نظامِ ربوبیت اللہ تعالیٰ کا اقدار و معیار شدہ ہے۔ موت و حیاتِ اجسامِ انسانی کا یہ نظام "امرِ رب" یعنی روح کی وساطت سے رواں دواں ہے۔ جب روح انسانی جسم سے علیٰحدہ ہو جاتی ہے تو تمام تر عضوہائے جسدِ انساں ناکارہ ہو جاتے یعنی مزید پرورش اور پرورش شدہ کارکردگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ "امرِ رب" کے اس نظام کا شعور انسانوں کو مکمل طور پر نہیں دیا گیا کہ موت و حیات پر فقط اللہ ہی کی اجارہ داری ہے۔ بالفاظِ دیگر "امرِ رب" کی تسخیر انسانوں کے لئے ممکن نہیں۔ ہرچند کہ دیگر تخلیقات ان کے لئے مسخر کر دی گئی ہیں۔

انسانی اجسام کا نظامِ ربوبیت اگر نظمِ الٰہی کے مطابق نہ رہے اور کسی بھی وجہ سے اس میں خلل واقع ہو جائے تو انسان کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ گویا انسان اپنی کم عقلی یا کم فہمی کے باعث نظمِ کائنات سے ٹکرا جاتا ہے جس کے باعث اس کے جسم کا نظامِ ربوبیت یا درہم ہو جاتا ہے، یا برہم۔ ہر جاندار تخلیق کے معلوم و عدمِ معلوم تقاضے ہیں جو اگر زیرِ نظر نہ رکھے جائیں تو زیر و زبر ہو جاتے ہیں، اور زیر و زبر کے باعث پیدا شدہ برہمی نظمِ ربوبیت کو متاثر کر دیتی ہے۔ انسان کے عمل ہی کا نہیں، اس کی سوچ، اس کی فکر، اس کی تدبّر، اس کے تجسس کا اثر بھی اس کے جسم کی قائم کردہ فطری اقدار کو خلل پذیر کر دیتا ہے۔ جسدہائے انسان کے نظم کو فطری تقاضوں کے مطابق رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کے ذریعے لاریب احکام بصورت "**امر بالمعروف ونہی عن المنکر**" صادر و نافذ فرما رکھے ہیں۔

انسانوں کی وقتِ مقررہ پر پیدائش، ان کا بچپن، ان کا لڑکپن، جوانی، بڑھاپا اور وقتِ مقررہ پر موت نظمِ ربوبیت کے کارنامے ہیں۔ "علق" کی صورت میں آنے سے پیشتر ہی خالقیت یہ طے کر دیتی ہے کہ اس پر ڈھالے گئے انسان کا دل اتنی مرتبہ دھڑکے گا۔

اِس کی چھاتی پر بال اُگ آئیں گے اور اُس کی چھاتیوں میں دودھ آجائے گا۔ یہ انسان مختصر یا طویل بیماری کے بعد موت سے ہم کنار ہو گا' فلاں کسی حادثے میں جان بحق ہو گا اور فلاں دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہو کر۔ کس پر عالمِ نزع کتنے عرصہ کے لئے طاری رہے گا' کون یک دم مرگ آشنا ہو جائے گا۔ کون خود کشی کرے گا اور کون پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ نظامِ فطرت میں امرِ رب کے مطابق طے شدہ امور ہیں۔ مگر یہ جملہ امور نظامِ کائنات کے پیشِ نظر اور انسانی کوتاہیوں کے زیرِ نظر مقررہ اوقات میں ترتیب دئے جاتے ہیں۔

انسانی زندگیوں کے لمحات کا مقدر انسانی اعمال کے فطری نتیجہ کا لقب دیگر ہے۔

مثلاً نظمِ کائنات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی یا ان کے حضور منافقت کو ابوجہل یا ابولہب کے زمانے سے لے کر آج تک کبھی برداشت کیا' نہ آئندہ کریں گے۔ حالیہ دور میں ایک تمثیل واضح ہوئی کہ قانونِ تحفظِ ناموسِ رسولِ کریم ﷺ کے گنہ گاروں کو عدالتِ عالیہ اور اُس وقت کی حکومت نے تحفظ دیا۔ ہردو کا انجام سب کے روبرو ہے۔ آئندہ حکومت کے امتحانی سوالات خانیوال کے قریب ایک گاؤں کی فضاؤں میں تحریر ہو چکے ہیں۔ جو کوئی نوشتۂ دیوار پڑھ سکتا ہے' پڑھ لے۔

حالیہ انتخابات میں بہروپ بھرنے والے مرد و زن رُونما ہوئے۔ اور بظاہر اسلام کے نام لیوا یا بائیکاٹ کر گئے یا بُری طرح ناک کٹوا کر خاک بسر ہوئے۔ گویا مملکت کے مستقبل اور فطرت کے اشاروں کے نشان دہ ہوئے۔

دینِ اسلام یعنی احکامِ الٰہی کے نفاذ کا ایک واضح مقصد یہ بھی ہے کہ انسانی زندگی کا عمل اور کائنات کے نظام کا عمل ہم آہنگ و یک سُو و یک جہت رہیں۔ اور ان میں کسی قسم کا کوئی تضاد یا تصادم واقع نہ ہونے پائے۔ انسانی زندگی بھی اپنے اسی خالق کے احکام کی پابند رہے جو کائنات کا بھی خالق ہے اور ناظم بھی۔ خالق اپنی تخلیق کے مفاد اس کے نقصانات اور رُجحانِ طبع سے جس قدر واقف و آگاہ ہوتا ہے' اور کوئی نہیں ہوتا۔ اور پھر اللہ کے الٰہِ واحد ہونے اور انسانوں کے الٰہ ہونے میں نمایاں فرق ہے کہ قانونی سازی کرتے ہوئے اللہ کا اپنا کوئی مفاد نہیں ہوتا۔ بلکہ فقط تخلیق کے مفادات اور اس کی صحیح پرورش و تربیت پیشِ نظر اور مقصود ہوتی ہے۔ جب کہ انسان جب بھی قانون سازی کرتے ہیں تو اپنے مفادات سب سے پہلے محفوظ کر لیتے ہیں اور خلقِ خدا کو صرف ان کی خدائی کی زکوٰۃ عطا کی

جاتی ہے۔

انسانوں کی معیاری سیاسی و معاشرتی فکر فقط اس حقیقت کے پیشِ منظر میں استوار ہونا چاہئے کہ دونوں قانون سازوں میں سے کون زیادہ دانشور ہے۔ اُن کا خالق یا انھی جیسی مخلوق۔ انسانوں کو کس کی رضا کے تابع ہونا چاہئے۔ اپنے خالق کی رضا کے یا اپنے جیسے بندوں کی اغراض کے یا فقط اپنی ذاتی رضا کے۔ قانون اپنی اصل میں کیا ہے؟ قانون ساز کی رضا۔ قانون کا اطلاق کیا ہے؟ قانون ساز یعنی حاکم یا حاکمانِ وقت کی رضا کا اطلاق۔ حیرت ہے کہ انسانی جسم کا تمام عمل تو "امرِ رب" کا محتاج اور مرہونِ احسان ہو اور انسانی فکر اور کردار غیر اللہ کی رضا کا پابند ہو جائے۔ چونکہ کارِ انسان اور کارِ جہاں آپس میں تصادم پذیر ہو جاتے ہیں' لہٰذا ایک "لیل" کے دوران اللہ تعالیٰ اپنی برکات کو عمل میں لاتے ہوئے آئندہ **لیلۃ القدر** تک کے لئے نظامِ کائنات اور حیاتِ انسان کے لئے اقدار اور معیار مقرر فرماتے ہیں۔

لیلۃ القدر میں لفظ قدر اُن معانی میں استعمال نہیں ہوا جو اکثر اوقات پنجابی یا اردو زبان میں اختیار کئے جاتے ہیں۔ لیلۃ القدر سے مراد وہ رات ہے جس کے دوران معیار اور اقدار وضع کی جاتی ہیں' کہ وہ رات جس کی فقط عزت و قدر کی جانا چاہئے۔ یہ رات قابلِ قدر اس لئے ہے کہ اس میں نظمِ کائنات کوئی بنیادی تبدیلی لائے بغیر "اوور ہال" کیا جاتا ہے۔

یہ امر بھی تدبُّر طلب ہے کہ اقدار اور معیار کے تعیُّن و تقرر کے لئے "لیل" کیوں منتخب کی گئی' "نہار" کیوں نہیں۔ رات کو کیوں چُنا گیا' دن کو کیوں نہیں۔ یہ عمل رات کو کیوں روا رکھا گیا' دن کے وقت اس کے اجرا سے کیوں اجتناب کیا گیا۔ اس عمل کے لئے رات کا وقت کیوں مناسب ہے' دن کا وقت کیوں مناسب نہیں۔ کارِ فطرت میں "لیل" سے "نہار" کے اخراج اور "نہار" سے "لیل" کے اخراج میں کیا کیا حکمتیں پنہاں ہیں' کسی دیگر تجزیئے میں عرض کیا جائے گا۔ فی الوقت سورۃ القدر اور سورۃ الدخان کی آیات یعنی نشان دہیوں پر توجہ مبذول رکھی جانا ہی مناسب ہے کہ یہی ان معروضات کا مقصود ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔ "**اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ**

الرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ۔ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ جب کہ سورة الدخان میں اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ نے فرمایا۔ "**وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ۔ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ۔ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا۔ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ۔ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ۔**

"ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ آپ کو ادراک ہوا۔ لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ تمام امور میں ملائک نازل ہوتے ہیں اور ان میں اپنے رب کے حکم سے روح ہوتی ہے۔ سلامتی ہے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو۔" جبکہ سورة الدخان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اس کتابِ مبین کی قسم! ہم نے اس کو **لیلہ مبٰرکہ** میں نازل کیا کہ ہم منذرین ہیں۔ اس میں ہر امرِ حکیم کا تصفیہ ہوتا ہے' طے ہو کر' امر ہو کر ہمارے ہاں سے' کہ ہم مرسلین ہیں۔ اور اگر تم کو یقین ہو تو آسمانوں اور زمین پر اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' رحمت ہے آپ کے رب کی کہ وہ السمیع العلیم ہے"۔

مندرجہ بالا آیاتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے نظمِ کائنات اور نظمِ جہانِ انسان کے کُلیّات اور رازہائے پنہاں بیان فرمائے اور کائنات اور انسانوں کی ربوبیت اور پرورش کے اصول بیان فرمائے۔ اس رات اقدار و معیار کا تقرر کر کے اللہ اپنے ملائک' اپنے قوئ کار کا نزول اور امرِ رب یعنی سامان و معیشتِ پرورش و ربوبیت یعنی "کاسمک انرجی" کے معیار کا تعیّن فرماتا ہے اور کائناتی زندگی کے لئے وہی روح' وہی امرِ رب' وہی نظمِ ربوبیت میسر آ جاتی ہے جو حیاتِ انسان کے لئے بھی رواں دواں ہے۔

وہ کون سا انفجار ہے جس کی نشان دہی طلوعِ فجر پر ہوتی ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے روح اور مادہ میں متعین شدہ روابط کی دانش کا میسر آ جانا ضروری ہے۔ حضرت آدمؑ کے ہیولے میں روح کا پھونکا جانا زیرِ تدبّر رہے تو یہ مرحلہ بھی آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔

یہ رات شہرِ رمضان یعنی عرصۂ سوز کی آخری دس راتوں میں سے ایک طاق رات ہے۔ جفت رات کیوں نہیں؟ اس لئے کہ اس رات میں وہ قوئ ظہور پذیر ہوتے ہیں جو مادہ کی دوئی پر تقسیم نہیں کئے جا سکتے' فقط یک سُوئی کا بدل ہوتے ہیں۔ اگر قرآنِ پاک طاق راتوں میں نازل نہ کیا گیا ہوتا تو روح اور مادہ میں تقسیم ہو گیا ہوتا۔ جو منقسم ہو جائے' وہ لاریب نہیں ہوتا۔ فکر ہو' کلام ہو' یا درس۔ یہ احتیاط اس لئے بھی تھی کہ قرآن کی لاریبیّت تفریق کی نذر نہ ہو جائے۔ قرآن کے متن میں تفریق نہ ہوئی' نہ ہو سکتی ہے' نہ ہو گی کہ اس کا محافظ دوئی پسند نہیں ہے۔ وہ یکتا بھی ہے اور بے مثل بھی۔ **لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔** کاش اس کے مترجم اس کی اس افلاقت سے' اس کی اقدار اور معیار سے آگاہ رہتے۔ جانتے کہ جو کلام زیر و زبر کا محتاج نہ ہو' اس کی اقدار بے مثل ہوتی ہیں۔ اور یہ کہ کلام چاہے کتاب کی صورت اختیار کر لے' تحریر میں آ جائے' صاحبِ کلام کے اشارات و کنایات اور آواز کی اقدار سے آگاہی کے بغیر اس کا صحیح ترجمہ ممکن نہیں ہوتا۔

اگر طاق رات منتخب نہ ہوتی تو یہ رات نہ اقدار کے تعیُّن کی رات ہوتی' نہ برکات سے مزیّن ہوتی۔ آنے والی فجر کو رحمت تو ہوتی مگر زحمت سے مُبرّا نہ ہوتی۔ نہ اللہ تعالیٰ کا منذر ہونا روبہ عمل ہوتا' نہ اس کا مرسل ہونا۔ نہ انسان اس کے سمیع ہونے سے فیض یاب ہوتے' نہ علیم ہونے سے۔ نہ سمٰوات کی ربوبیت باقاعدہ ہوتی' نہ ارض کی' نہ بین السمٰوات والارض کی۔ امور تفریق کا شکار ہو گئے ہوتے۔ اور انسانوں کا حکمت سے عاری ہو جانا مقدر ہو گیا ہوتا۔

کوئی دوئی توحید کو تقسیم نہیں کر سکتی۔ تمام تر نظامِ کائنات توحیدِ الٰہی کا کرشمہ ہے۔ ذرا "**مُوْقِنِيْن**" ہو کر' یقین رکھنے والے ہو کر سوچیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نہ صرف واضح ہو جائیں' ہم ان سے فیض یاب بھی ہونے لگ جائیں۔۔ جو انعاماتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کے اہل نہ رہیں' آخرت کی سزائیں ان کا مقدر بن جایا کرتی ہیں۔

جبریلؑ اس نور کا لقبِ گرامی ہے جس کو عرصۂ سوز میں نزولِ وحی کے لئے جسد و قلبِ رسول ﷺ پر یوُں استعمال کیا گیا کہ اگر یہ آمیزہ کسی پہاڑ پر وارد ہوتا تو دنیا دیکھتی کہ وہ روئی کے گالوں کی طرح ریزہ ریزہ ہو کر اڑ گیا ہوتا۔ سوز اور نور کا یہ آمیزہ اگر کسی جسم میں سے گزر کر زمین میں داخل ہو جائے تو وہ بھسم ہو جائے۔ اور جس جسم میں سے یہ آمیزہ نہ گذر پائے' اس کا منور ہو جانا قانونِ فطرت کا تقاضا ہے اور کون نہیں جانتا کہ روشنی کا سایہ نہیں ہوتا۔

یہی نور آیاتِ قرآن میں رواں دواں ہے۔ آواز سے رنگوں کا پیدا ہونا اور رنگوں سے آواز کا پیدا ہونا' اور آواز کا تا قیامت نہ مرنا آج کی تحقیقی دنیا میں تسلیم شدہ امور ہیں۔

آیاتِ قرآن میں نور بھی ہے' ھُدیٰ بھی اور لافنا بھی۔ Light بھی وہ جو Light ہے۔ نور اور ھُدیٰ بھی وہ جس کی اقدار اور معیار مقرر شدہ ہیں۔ نزولِ ملائک "وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ"۔ سلٰمٌ ہی سلٰم۔

آج سے قریباً" پچاس سال پیشتر انسانوں کے اس اعلان پر کہ "اے کافرو! ہم تمہارے معبودوں کے احکام کے پابند نہیں۔ نہ تم اس کے احکام کے پابند ہو' جس کے احکام کے ہم پابند ہیں۔ نہ ہم ان کے احکام کے پابند ہوں گے جن کے احکام کے تم پابند ہو۔ نہ تم ان کے احکام کے پابند ہو گے جس کے احکام کے ہم پابند ہیں۔ تمہارے لئے تمہارا آئین ہے اور ہمارے لئے ہمارا آئین"۔ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ۔ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ۔ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ۔ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ۔ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ۔ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔

اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کی لیلتہ القدر کو دنیا کی سب سے بڑی مملکت قائم کر دی اور حسبِ وعدہ اور نظمِ کائنات کے مطابق اقدار و معیار مقرر کر دیئے۔ مگر افسوس ہم اللہ کے احکام کے پابند ہونے کے بجائے انھی کے احکام کے پابند ہو گئے جن کے احکام کے کفّار پابند تھے۔ ہمارا دین و آئین بھی وہی رہا جو منکرانِ احکامِ الٰہی کا دین و آئین تھا۔ بنامِ دینِ اسلام قائم ہونے والی مملکت مرحلہ وار لادین ہوتی چلی گئی۔ یہاں کبھی اللہ کی حاکمیت اور بندوں کی حاکمیت کے اشتراک کا نظام قائم ہُوا' کبھی دین اسلام کی بغلوں میں مغربی جمہوریت اور سوشلزم کی بیساکھیاں دے دی گئیں۔ حتیٰ کہ دینی سیاسی جماعتیں مکمل طور پر پس منظر میں چلی گئیں۔ اور وہ جن کو دینی جماعتوں کے سربراہ کہتے تھے' وہ یا تو سیاسی انتخاب کے میدان سے باہر نکل گئے۔ یا ان کے مقابل تو تکیاں میدانِ سیاست میں کُود گئیں اور بات علامہ اقبال مفکرِ پاکستانؒ کے شاہین سے مسرّت شاہین تک جا پہنچی' اور مخالفینِ پاکستان کے لئے باعثِ مسرت بن گئی۔

ہم اللہ کی قائم کی گئی اقدار اور معیار قائم نہ رکھ سکے۔ گویا لیلتہ القدر کی عطا شدہ برکت سے فیض یاب نہ ہو سکے جو قیامِ پاکستان کا باعث بنی تھی۔ اور بالآخر زمامِ کارانُ ہاتھوں میں ان سکّوں کی طرح کھنکنے لگی جو سیاست کی بساط پر عالمی بینک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈز والوں نے بچھا رکھے ہیں۔ وہ ہاتھ جو انسان ساختہ آئین کو شریعتِ الٰہی پر بالا دست قرار دینے کے ذمہ دار تھے۔

اب کے لیلتہ القدر کے دوران حسبِ دستور اللہ تعالیٰ نے پھر اقدار و معیار کا تعیّن کیا ہے۔ کاش ہم اس رات جاگے ہوتے تو روزِ سیاہ نے ہمیں نہ آلیا ہوتا۔ دینِ اسلام کی بیخ کنی کے بعد انتہائی ہوشیاری اور چابک دستی سے پاکستان میں عیسائیت کو خطرات میں گھِرا ہوا اور غیر محفوظ ثابت کرنے کے لئے ایسے وجود میں لائے گئے تاکہ پوری عیسائی دنیا پاکستان کے لئے چابک بدست ہو جائے۔ کیا خبر لیلتہ القدر کو اللہ تعالیٰ نے مغربی جمہوریت کے لئے وہی اقدار مقرر کر دی ہوں جو چند سال پیشتر سوشلزم کی سُپر پاور کے لئے کی تھیں کہ اس کی بیخ کنی کے بعد متعدد اسلامی ریاستیں از خود وجود میں آگئیں۔

یہ راز کس نے افشا کیا کہ لیلتہ القدر کے دوران کائناتی اقدار اور ان کے معیار مقرر کئے جاتے ہیں۔ ربوبیت کے قویٰ اور روح یعنی مِنْ أَمْرِ رَبِّ میں روابط اُستوار ہوتے ہیں' برکات نچھاور ہوتی ہیں' عبد سرفراز ہوتے ہیں۔ اس ہستیؐ آگاہِ رازہائے کائنات نے جو — UnManifest ہو تو رحمت للعالمین کہلاتی ہے' — Manifest ہو تو محمد ﷺ کہلاتی ہے۔ عبدہ'۔ انسانِ کامل۔ قرآن' متحرک' یٰسٓ۔ طٰہٰ' جس کی تربیت صدیق ؓ کے لقب کا حق دار بنا دے' آمادۂ قتل کو عمرؓ فاروق بنا دے' سرمائے کے مالک کو عثمانِ غنی ؓ قرار دلوا دے' علیؓ کو بیک وقت فاتحِ خیبر اور بابِ مدینۃ العلم منوا دے۔ اور جملہ رازہائے کائنات عوام الناس پر افشا کر دے۔ اور وقت اور فاصلے کو عوام کے لئے یوں شکست دے دے کہ صلوٰۃ مومنین کا معراج قرار پا جائے۔ بوجہِ سازشِ ابلیس جنت سے نکالے ہوئے انسان کی اولاد پر یہ راز افشا کر دے کہ فاصلوں کے باوجود کائنات میں سننے اور دیکھنے کے قویٰ موجود ہیں' عرش و فرش کے مابین رابطے استوار ہیں' لوحِ محفوظ پر تحریر شدہ آیات غارِ حرا میں پڑھی جا سکتی ہیں' ہر چند کہ قاری اُمّی لقب ہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔

✿

ماہنامہ "نعت" کے گزشتہ شمارے

1988ء — حمدِ باری تعالیٰ۔ نعت کیا ہے؟ مدینۃ الرسول ﷺ (اول و دوم) اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (اول و دوم)۔ نعتِ قدسی۔ غیر مسلموں کی نعت (اول)۔ رسول ﷺ نمبروں کا تعارف (اول)۔ میلادُ النبی ﷺ (اول، دوم، سوم)

1989ء — لاکھوں سلام (اول و دوم)۔ رسول ﷺ نمبروں کا تعارف (دوم) معراجُ النبی ﷺ (اول و دوم)۔ غیر مسلموں کی نعت (دوم) کلامِ ضیاء القادری (اول و دوم)۔ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (سوم)۔ درود و سلام (اول، دوم، سوم)

1990ء — حسن رضا بریلوی کی نعت۔ آزاد بیکانیری کی نعت (اول)۔ وارثیوں کی نعت۔ درود و سلام (چہارم تا ہشتم)۔ رسول ﷺ نمبروں کا تعارف (سوم)۔ غیر مسلموں کی نعت (سوم)۔ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (چہارم)۔ میلادُ النبی ﷺ (چہارم)

1991ء — شہیدانِ ناموسِ رسالت (اول تا پنجم)۔ غریب سہارنپوری کی نعت۔ اقبالؒ کی نعت۔ فیضانِ رضاؒ۔ نعتیہ مسدس۔ عربی ادب میں ذکرِ میلاد۔ سراپائے سرکار ﷺ (اول)۔ حضور ﷺ کا بچپن

1992ء — نعتیہ رباعیات۔ آزاد نعتیہ نظم۔ سیرتِ منظوم۔ نعت کے سائے میں۔ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت (اول، دوم و سوم)۔ آزاد بیکانیری کی نعت (دوم)۔ سراپائے سرکار ﷺ (دوم)۔ سفرِ سعادت منزلِ محبت (اشاعتِ خصوصی)

1993ء — ۹۲ (قطعات)۔ عربی نعت اور علامہ نبہانیؒ۔ ستار وارثی کی نعت۔ بہزاد لکھنوی کی نعت۔ حضور ﷺ اور بچے۔ حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقا۔ رسول ﷺ نمبروں کا تعارف (چہارم)۔ نعت ہی نعت (اول)۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین۔ تسخیرِ عالمین اور رحمۃٌ للعالمین ﷺ (اشاعتِ خصوصی)

1994ء — محمد حسین فقیر کی نعت۔ اختر الحامدی کی نعت۔ شیوا بریلوی اور جمیل نظر کی نعت۔ بے چین رجپوری کی نعت۔ دیارِ نور۔ تضمینیں۔ نعت ہی نعت (دوم و سوم)۔ نورٌ علیٰ نور۔ حضور ﷺ کی معاشی زندگی۔ مدینۃ الرسول ﷺ (سوم)۔ معراجُ النبی ﷺ (سوم)

1995ء — حضور ﷺ کی عاداتِ کریمہ۔ استغاثے۔ نعت کیا ہے؟ (دوم، سوم، چہارم)۔ نعت ہی نعت (چہارم و پنجم)۔ کافی کی نعت۔ انتخابِ نعت۔ خواتین کی نعت گوئی (اشاعتِ خصوصی)۔ غیر مسلموں کی نعت گوئی (اشاعتِ خصوصی)

1996ء — لطف بریلوی کی نعت۔ ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ۔ سرکار ﷺ دی سیرت (پنجابی)۔ ظہورِ قدسی۔ حضور ﷺ کے لیے لفظ "آپ" کا استعمال۔ مجھے اُن ﷺ سے پیار ہے۔ اٹک کے نعت گو شعرا۔ اردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلوپیڈیا (اول و دوم --- دو خصوصی اشاعتیں)۔ نعت ہی نعت (ششم)

1997ء — شہرِ کرم (جنوری)۔ نعت ہی نعت حصہ ہفتم۔ (فروری)۔ ہُوا یہ کہ.... (مارچ)

راجا رشید محمود کی مطبوعات

اُردو مجموعہ ہائے نعت

1- ورفعنا لک ذکرک- 1977'1981'1993 (صفحات 136)
2- حدیثِ شوق (دوسرا مجموعۂ نعت) 1982'1984'1986 (صفحات 176)
3- منشورِ نعت (اُردو پنجابی فردیات) 1988 (صفحات 176)
4- سیرتِ منظوم (بصورتِ قطعات) 1992 (صفحات 128)
5- "92" (نعتیہ قطعات) 1993 (صفحات 112)
6- شہرِ کرم (مدینہ طیبہ کے بارے میں نعتیں) 1996 (192 صفحات)

پنجابی مجموعہ ہائے نعت

7- بعثاں دی اَنی (صدارتی ایوارڈ یافتہ) 1985'1987 (صفحات 124)
8- حق دی تائید- 1956 (صفحات 8)

تحقیقِ نعت

9- پاکستان میں نعت- 1994 (صفحات 224)
10- غیر مسلموں کی نعت گوئی- 1994 (صفحات 400)
11- خواتین کی نعت گوئی- 1995 (صفحات 436)
12- نعت کیا ہے؟ 1995 (صفحات 112)

انتخابِ نعت

13- مدحِ رسول [ﷺ]- 1973 (صفحات 198)
12- نعتِ خاتم المرسلین [ﷺ]- 1982'1988'1993 (صفحات 164)
15- نعتِ حافظ (حافظ پیلی بھیتی کی نعتوں کا انتخاب) 1987 (صفحات 276)
16- قلزمِ رحمت (امیر مینائی کی نعتوں کا انتخاب) 1987 (صفحات 96)
17- نعت کائنات (اصنافِ سخن کے اعتبار سے ضخیم انتخاب) مبسوط تحقیقی مقدمے کے ساتھ- جنگ پبلشرز کے زیرِ اہتمام- چار رنگا طباعت- 1993- (صفحات 816- بڑا سائز)
17- الف- ماہنامہ "نعت" کی اشاعت کے ساڑھے آٹھ برسوں میں بیسیوں موضوعات اور بہت سے شعراء نعت کی نعتوں کا انتخاب راجا رشید محمود نے کیا ہے- ماہنامہ "نعت" اب تک 20 ہزار کے قریب صفحات شائع کر چکا ہے۔

اسلامی موضوعات پر کتابیں

16- احادیث اور معاشرہ- 1986'1987'1988 (بھارت میں بھی چھپی) صفحات 192
19- ماں باپ کے حقوق- 1985'1993 (صفحات 112)
20- حمد و نعت (تدوین) 16 مضامین' 49 منظومات- 1988 (صفحات 224)
21- میلاد النبی [ﷺ] (تدوین) 16 مضامین' 80 میلادیہ نعتیں- 1988 (صفحات 236)
22- مدینۃ النبی [ﷺ] (تدوین) 16 مضامین' 57 منظومات- 1988 (صفحات 224)

تاریخ اور تاریخی شخصیات پر کتابیں

23- اقبالؒ و احمد رضاؒ مدحت گرانِ پیغمبرؐ- 1977'1979'1982 (کلکتہ) 1987 (صفحات 112)
24- اقبالؒ، قائدِ اعظمؒ اور پاکستان- 1983'1987 (صفحات 160)
25- قائدِ اعظمؒ ----- افکار و کردار- 1985 (صفحات 160)
26- تحریکِ ہجرت 1920 (تاریخی و تحقیقی تجزیہ) 1982'1986'1994 (464)

مزید کتابیں

27- میرے سرکار [ﷺ]- 1987 (صفحات 144)
28- حضور [ﷺ] اور بچے- 1993 (صفحات 112)
29- تسخیرِ عالمین اور رحمت للعالمین [ﷺ]- 1993 (صفحات 256)
30- درود و سلام- 1993'1994'1995 (سات ایڈیشن چھپے) صفحات 128
31- قرطاسِ محبت (حُبِ رسول [ﷺ] کے مظاہر) 1992 (صفحات 144)
32- سفرِ سعادت' منزلِ محبت (سفرنامہ حجاز) 1992 (صفحات 224)
33- راج دُلارے (بچوں کے لیے نظمیں) 1985'1987'1991 (صفحات 96)
34- میلادِ مصطفیٰ [ﷺ]- 1991- (صفحات 48)
35- عظمتِ تاجدارِ ختمِ نبوت [ﷺ]- 1991 (صفحات 32)
36- منظومات (نعتیں' مناقب' نظمیں) 1995 (صفحات 160)
37- دیارِ نور- (سفرنامہ حجاز) 1995 (صفحات 112)
38- حضور [ﷺ] کی عاداتِ کریمہ- 1995 (صفحات 256)

تراجم

39- الخصائص الکبریٰ- جلد اوّل و دوم (از علامہ سیوطیؒ) 1982
40- فتوح الغیب (از حضرت غوث اعظمؒ) 1983
41- تعبیر الرؤیا (منسوب بہ امام سیرینؒ) 1982
42- نظریۂ پاکستان اور نصابی کتب (تدوین و ترجمہ) 1971

اسلامی موضوعات پر کتابیں

- 16- احادیث اور معاشرہ – 1986، 1987، 1988 (بھارت میں بھی چھپی) صفحات 192
- 19- ماں باپ کے حقوق – 1985، 1993 (صفحات 112)
- 20- حمد و نعت (تدوین) 16 مضامین، 49 منظومات – 1988 (صفحات 224)
- 21- میلاد النبی ﷺ (تدوین) 16 مضامین، 80 میلادیہ نعتیں – 1988 (صفحات 236)
- 22- مدینۃ النبی ﷺ (تدوین) 16 مضامین، 57 منظومات – 1988 (صفحات 224)

تاریخ اور تاریخی شخصیات پر کتابیں

- 23- اقبالؒ و احمد رضاؒ: مدحت گرانِ پیغمبرؐ – 1977، 1979، 1982 (کلکتہ) 1987 (صفحات 112)
- 24- اقبالؒ، قائدِ اعظمؒ اور پاکستان – 1983، 1987 (صفحات 160)
- 25- قائدِ اعظمؒ ---- افکار و کردار – 1985 (صفحات 160)
- 26- تحریکِ ہجرت 1920 (تاریخی و تحقیقی تجزیہ) 1982، 1986، 1994 (464)

مزید کتابیں

- 27- میرے سرکار ﷺ – 1987 (صفحات 144)
- 28- حضور ﷺ اور بچے – 1993 (صفحات 112)
- 29- تسخیرِ عالمین اور رحمۃٌ للعالمین ﷺ – 1993 (صفحات 256)
- 30- درود و سلام – 1993، 1994، 1995 (سات ایڈیشن چھپے) صفحات 128
- 31- قرطاسِ محبت (حُبِ رسول ﷺ کے مظاہر) 1992 (صفحات 144)
- 32- سفرِ سعادت، منزلِ محبت (سفرنامۂ حجاز) 1992 (صفحات 224)
- 33- راج دُلارے (بچوں کے لیے نظمیں) 1985، 1987، 1991 (صفحات 96)
- 34- میلادِ مصطفیٰ ﷺ – 1991 – (صفحات 48)
- 35- عظمتِ تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ – 1991 (صفحات 32)
- 36- منظومات (نعتیں، مناقب، نظمیں) 1995 (صفحات 160)
- 37- دیارِ نور – (سفرنامۂ حجاز) 1995 (صفحات 112)
- 38- حضور ﷺ کی عاداتِ کریمہ – 1995 (صفحات 256)

تراجم

- 39- الخصائص الکبریٰ – جلد اوّل و دُوُم (از علامہ سیوطیؒ) 1982
- 40- فتوح الغیب (از حضرت غوث اعظمؒ) 1983
- 41- تعبیر الرؤیا (منسوب بہ امام سیرینؒ) 1982
- 42- نظریۂ پاکستان اور نصابی کتب (تدوین و ترجمہ) 1971